لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفسًا اِلَّا وُسعَهَا۔ لَهَا مَا کَسَبَت وَ عَلَیهَا مَا اکتَسَبَت.

ترجمہ: ”اللہ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمے داری نہیں ڈالتا، ہر شخص جو نیک عمل کرتا ہے اس کا فائدہ اسی کو ہے اور جو بدی کرتا ہے اس کا انجام بھی اسی کو بھگتنا ہے۔“(سورہ بقرہ، آیت 286۔)

تصوف کا انسانِ کامل اور سیاسی شدت پسندی

تالیف: وحید کوثری

ناشر: ادارہ تحقیقاتِ امامیہ

.لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفسًا اِلَّا وُسعَهَا۔ لَهَا مَا كَسَبَت وَ عَلَيهَا مَا اكتَسَبَت

ترجمہ: "اللہ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمے داری نہیں ڈالتا، ہر شخص جو نیک عمل کرتا ہے اس کا فائدہ اسی کو ہے اور جو بدی کرتا ہے اس کا انجام بھی اسی کو بھگتنا ہے۔"(سورہ بقرہ، آیت 286۔)

تصوف کا انسانِ کامل اور سیاسی شدت پسندی

تالیف: وحید کوثری

ناشر: ادارہ تحقیقاتِ امامیہ

عنوانِ کتاب: تصوف کا انسانِ کامل اور سیاسی شدت پسندی

تالیف: وحید کوثری

طبع: اول

سالِ اشاعت: 2026ء

ناشر: ادارہ تحقیقات امامیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فرمانِ خداوندی ہے:

فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ہَدٰاہُمُ اللّٰہُ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝[1]

ترجمہ: ”میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو بات کو سنا کرتے ہیں اور اس میں سے بہتر کی پیروی کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے اور یہی عقل والے ہیں۔“

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

لا یقول احد بالتصوف إلا لخدعه أو ضلاله أو حماقه و أما من سمی نفسه صوفیا للتقیه فلا إثم علیه و علامته أن یکتفی بالتسمیه فلا یقول بشیء من عقائدهم الباطله.[2]

ترجمہ: ”کوئی شخص تصوف کا قائل نہیں ہوتا مگر یہ کہ وہ فریب، جہالت، گمراہی یا حماقت کا شکار ہوتا ہے۔ البتہ اگر کوئی تقیہ کی بنا پر خود کو صوفی ظاہر کرتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بشرطیکہ وہ بس نام کی حد تک صوفی ہو اور انکے کسی باطل عقیدے کا قائل نہ ہو۔“

---

[1] سورہ زمر، آیات 17،18۔

[2] مقدس اردبیلی، حدیقۃ الشیعہ، جلد 2، صفحہ 803۔

فہرست

ابتدائیہ

انسانِ کامل (Total Human) کا تصور صوفیوں کا ایک بنیادی عقیدہ ہے جو ان کے ہاں ولایتِ نوعی اور قطبیت کے تصور کی بنیاد ہے۔ یہ تصور صوفیانہ انسان شناسی کا اہم ستون ہے، جسے آج کل اسلامی فلسفے کے لبادے میں انسان شناسی، انسان سازی اور خود سازی کے عنوانات کے ساتھ بھی پیش کیا جا رہا ہے۔ اسلام میں سب انسانوں کیلئے ایک جیسے سانچے کا تصور نہیں ہے۔ ہر انسان کے خاندانی اور سماجی حالات اور بدن کی کیمسٹری مختلف ہے۔ ہر انسان اپنی حدود کو سمجھنے اور اپنے زمان و مکان کے مطابق اپنے اخلاقی فرائض کے تعین کا ذمہ دار ہے:

لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفسًا اِلَّا وُسعَهَا۔ لَهَا مَا کَسَبَت وَ عَلَیهَا مَا اکتَسَبَت.[1]

ترجمہ: ”اللہ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمے داری نہیں ڈالتا، ہر شخص جو نیک عمل کرتا ہے اس کا فائدہ اسی کو ہے اور جو بدی کرتا ہے اس کا انجام بھی اسی کو بھگتنا ہے۔“

انسانِ کامل (Ideal Man) کا نظریہ دو پہلوؤں میں پیش کیا جاتا ہے: نظری اور عملی۔ عملی پہلو نظامِ کائنات اور دوسرے انسانوں کے کمال تک پہنچنے میں صوفی پیر کی ہدایات کے کردار سے متعلق ہے۔ نظری جہت کائنات میں اس کے مقام سے متعلق ہے۔

[1] سورہ بقرہ، آیت 286۔

یہ باطل عقیدہ صوفی پیر کو مریدوں کے جتھے کا لیڈر (Cult Leader) بنا دیتا ہے۔ وہ ان کو مختلف نفسیاتی حربوں کے ذریعے مکمل اطاعت (Total Submission) پر مجبور کرتا ہے۔ اس مقصد کیلئے ان کو معاشرے سے جدا کرتا ہے اور معلومات سے کاٹ دیتا ہے تاکہ وہ انہیں پتلیوں کی طرح نچا سکے اور وہ اس کی خاطر جان دینے اور کسی کی جان لینے سے بھی گریز نہ کریں۔ یہ عقیدہ جدید دور میں سیاسی رنگ اختیار کر کے شدت پسندی کی بنیاد بن رہا ہے۔ یہ سوچ کہ ہر انسان کو مکمل طور پر کسی ایک سانچے میں ڈھل جانا چاہئے تشدد کی بنیاد ہے۔ سیاست میں صوفیانہ افکار جمہوریت کی کمزوری کا سبب بن رہے ہیں۔ سیاسی پہلو سے تصوف کو مختلف تباہ کن آئیڈیالوجیز، مثلاً کمیونزم اور فاشزم، کی صف میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

بعض افراد نے صوفیا کے انسان کامل کے تصور کو مکتب امامیہ کے عقیدۂ امامت سے تشبیہ دی ہے۔ یہ قیاس مع الفارق ہے۔ اہلِ تشیع کے ہاں آئمہؑ صرف بارہ ہیں جن کی امامت کا عقیدہ قرآن و حدیث میں موجود نصوص کی بنیاد پر قائم ہے اور انہی کے فرامین کو دینی معارف کا ماخذ سمجھا جاتا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل اگلے صفحات پر آئے گی۔

تعریف

انسانِ کامل (Perfect Man) سے صوفیوں کی مراد اعلیٰ ترین انسان ہے۔ صوفی تعلیمات کے مطابق ایک کامل انسان وہ ہے جس نے خدا کے ساتھ اتحاد اور ان کے زعم میں «فناء فی اللہ و بقاء باللہ» کی حالت حاصل کی ہو۔ جناب مرتضٰی مطہری نے لکھا ہے: ”عرفاء کا عقیدہ ہے کہ اگر انسان اپنے باطن کی صفائی کرے، عشق کی سواری کے ساتھ حرکت کرے اور راستے کی منزلیں ایک کامل تر انسان کی زیر نگرانی طے کرے، تو اس راستے کی انتہا یہ ہے کہ اس کے اور خدا کے درمیان سے حجاب اٹھ جاتا ہے اور خود ان کی تعبیر کے مطابق وہ خدا تک پہنچ جاتا ہے۔۔۔ وہ ایسا انسان ہے جو خدا تک پہنچتا ہے۔ اور جب وہ خدا تک پہنچ جاتا ہے تو خدا کے تمام اسماء وصفات کا کامل مظہر بن جاتا ہے اور اصطلاح میں وہ ایک ایسا آئینہ بن جاتا ہے جس میں ذاتِ حق ظہور کرتی ہے۔“[2] نسفی کے نزدیک کامل انسان وہ ہے جو شریعت، طریقت اور حقیقت میں کامل اور تمام ہو۔[3] ان کے نزدیک ہر شخص انسانِ کامل بننے کی اہلیت رکھتا ہے۔ اس مقام تک پہنچنے کیلئے ریاضت اور سیر و سلوک ضروری ہے۔ صوفیا عقل کے استعمال کی مخالفت کرتے ہیں اور جذبے یا عشق سے جینے کی تعلیم دیتے ہیں۔ آیۃ اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی لکھتے ہیں:

---

[2] شیخ مرتضٰی مطہری، انسان کامل، صفحات 201 تا 203، جامعہ تعلیمات اسلامی، کراچی۔

[3] 2 ۔ عزیز الدین نسفی، انسان کامل، صفحہ 74۔

"یہ لوگ عقلی استدلالات کو ترک کرتے اور اس قسم کے بہانے بنا کر تعلیمی اداروں، درس اور مباحثے سے دور بھاگتے ہیں کہ تعلیمی اداروں کے قیل و قال سے کچھ نہیں ملتا۔[4]"

1. الفاظ کا گورکھ دھندہ

صوفیوں کے نزدیک انسانِ کامل تخلیق کا حتمی سبب ہے، اسمِ اعظم کی حقیقت،[5] کائنات کی تخلیق اور بقا کا سبب، اللہ کے تمام اسماء و صفات کا ظہور اور اللہ کے اسمِ جامع کا ظہور ہے۔[6] وہ خدا اور مخلوق میں واسطہ ہے، وہ خدا کا

---

[4] آیۃ اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی، جلوۂ حق، صفحہ 36، ادارہ تحقیقات امامیہ۔

[5] بدان کہ اسم اعظم حقیقتی از عالم حقائق و معنایی از عالم معانی است، و صورتی و معنایی از عالم صور و الفاظ است؛ اما حقیقتش پس او احدی است، جمع جمع حقائق جمعیہ کمالیہ است. اما معنایش پس آن انسان کامل در ہر عصر است. و او قطب اقطاب، حامل امانت الہیہ، خلیفہ خدا و نائب اوست. اما صورتش از جہت حس، پس صورت کامل آن عصر است. جندی، مؤید الدین، شرح فصوص الحکم، ص ۸۰.

[6] محققان صوفیہ بر این عقیدہ اند کہ تخلّق و تحقق بہ اسم اللہ امکان پذیر نیست، چون کہ آن دو اختصاص بہ حقّ دارد و اسم اللہ قائم مقام اسماء است. این از باب ادب با خدا است، ولی اقتضای کشف و شہود این است کہ اسم اللہ از تمام وجوہ عین مسمّا نیست و چون انسان کامل بہ احدیت جمع تمام اخلاق الہی و بہ راز: من در دل بندہ پاک خود می گنجم، اتصاف یافت؛ دلش عرش ذات حق و اسماء الہی گردیدہ و اسم عَلَم اعظم می باشد . فناری، محمد بن حمزہ، مصباح الانس، ص376.

نائب [7] اور تکوینی اور تشریعی ولایت کا حامل ہے۔ [8] وہ بنی نوع انسان کا ظاہری اور باطنی رہنما ہے۔ [9] وہ ان کی جسمانی اور روحانی بیماریوں اور تکالیف سے واقف ہے اور ان کو شفا دینے والا ہے۔ اس میں جو خدائی صفات اور اسماء آئے ہیں وہ اس کی ذات الٰہی کے ساتھ وحدت کی وجہ سے ہیں، کیونکہ اس سے دوگانگی دور ہو گئی ہے، پردے ہٹ چکے ہیں اور اس نے خدا کی ماورائی ہویت کے ساتھ ذاتی وحدت حاصل کر لی ہے۔ [10] وہ انسانِ کامل کے بارے میں اس قسم کے القابات استعمال کرتے ہیں: حقیقتِ محمدیہ، مرآت الحضرتین، [11] حقیقت الحقائق، اصل عالم، القلم الاعلی، الکلمۃ الجامعہ، المدالاول، الحق المخلوق بہ، کون جامع، [12] قطب عالم، الشجرہ، [13] لسان الحق، [14] انسان العین،

---

[7] کسی کہ از پدرش آدم، میراث خلافت را حاصل کردہ باشد انسان کامل و خلیفۂ خدا است و کسی کہ از سر خلافت فقط نصف میراث را ستاندہ باشد، زن است زیرا مرد میراث خود را بطور کامل می ستاند و زن نصف آنچہ را کہ مرد می ستاند، می گیرد ۔ آملی، سید حیدر، جامع الاسرار و منبع الانوار، ص505.

[8] در حال احتضار کہ حال انسلاخ از حجب خیال باشد آن ولایت تکوینیہ انسان کہ متحد با ولی امر است در مقام و مرتبۂ انسان ظاہر شود کہ آشکارا[انسان کامل] را ببینند، ولکن با ہر کسی موافق استعداد او ظاہر شود. سلطانعلیشاہ گنابادی، محمد، ولایت نامہ، ص ۳۲.

[9] داود قیصری قدس اللہ سرہ: حق تعالی بہ قلب انسان کامل تجلی میکند و انوار از قلب او بہ عالم منعکس میگردد ۔ قیصری، داود، شرح فصوص الحکم، ص ۱۷۳.

[10] ابن عربی، محیی الدین، الفتوحات المکیہ، ج ۱۳، ص ۱۳۰-۱۲۹؛ ابن عربی، محیی الدین، الانسان الکامل، ج۱، ص ۸ -۱۱؛ نسفی، عزیز الدین، الانسان الکامل، ج۱، ص ۲۵۵؛ جامی، عبدالرحمن، نقد النصوص، ج۱، ص ۹۳-۹۲.

[11] ابن عربی، محیی الدین، الفتوحات المکیہ، بہ کوشش عثمان یحیی، چ بولاق، ۱۲۹۳ق

[12] ابن عربی، محیی الدین، شجرہ الکون، بہ کوشش ریاض عبد اللہ، بیروت، ۱۴۰۴ق/۱۹۸۴م

[13] ابن عربی، محیی الدین، عنقاء مغرب، قاہرہ، ۱۳۷۳ق/۱۹۵۴م

[14] ابن عربی، محیی الدین، فصوص الحکم، بہ کوشش ابوالعلاء عفیفی، بیروت، دارالکتاب العربی.

بصر الحق و عین العالم،[15] کلمہ فاصلہ،[16] جام جہان نما، خلیفہ، امام، امام زمان، صاحب زمان، روح عالم[17]، ام الکتاب،[18] اکسیر اعظم، مظہر ذات، آیتِ توحید، خضر، ہادی، مہدی، کامل، مکمّل، پیشوا، دانا، بالغ[19]، و غیرہ و غیرہ۔[20]

---

15 اتین ژیلسون، روح فلسفہ قرون وسطی، ترجمہ ع داودی، تہران، ۱۳۶۶ش

16 اقبال لاہوری، محمد، سیر فلسفہ در ایران، ترجمہ اح آریان پور، تہران، ۱۳۴۹ش

17 اقبال، افضل، زندگی و آثار مولانا جلال الدین رومی، ترجمہ حسن افشار، تہران، ۱۳۷۵ش

18 آشتیانی، مہدی، تعلیقہ رشیقہ علی شرح منظومہ السبزواری، قم، ۱۴۰۴ق

19 آملی، سید حیدر، جامع الاسرار، بہ کوشش ہانری کربن و عثمان اسماعیل یحیی، تہران، ۱۳۶۸ش

20 آملی، سید حیدر، نص النصوص، بہ کوشش ہمان دو، تہران، ۱۳۵۲ش

اصطلاح کی تاریخ

قرآن و حدیث میں اس اصطلاح کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ بایزید بسطامی نے "الکامل التام" کی اصطلاح ایک ایسے انسان کے لیے استعمال کی ہے جو اسمائے اربعہ کا جامع ہو۔ وہ عام انسانوں کی صفات سے بالاتر ہو اور اعلیٰ روحانی مقام تک پہنچ گیا ہو۔[21]

"انسانِ کامل" کی اصطلاح سب سے پہلے فرید الدین عطار نیشاپوری کے اشعار میں استعمال ہوئی تھی، لیکن بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا باقاعدہ استعمال سب سے پہلے محی الدین ابن عربی نے کیا تھا۔ ابن عربی نے اپنی کتاب فصوص الحکم کے پہلے باب میں فص آدمی کے عنوان کے تحت انسان کامل کی اصطلاح کو بیان ہے اور یہ کہا ہے کہ وہ کائنات کی کلی اور جزئی حقیقتوں کا جامع ہے اور خلافت الٰہی کا واحد حقدار ہے۔[22]

ابن عربی کے بعد اس کے ممتاز شاگرد صدر الدین قونوی نے اپنی کتاب مفتاح الغیب کا آخری باب انسان کامل کی بحث کے لیے وقف کیا۔[23] عزیز الدین نسفی پہلا مصنف تھا جس نے فارسی میں لکھے گئے اپنے بائیس مقالوں

---

[21] آن ماری شیمل، درآمدی بر اسلام، ترجمہ عبد الرحیم گواہی، تہران، ۱۳۷۵ش

[22] بابا رکنا شیرازی، مسعود، نصوص الخصوص، بہ کوشش رجبعلی مظلومی، تہران، ۱۳۵۹ش

[23] بدوی، عبد الرحمن، اثولوجیا (افلوطین عند العرب)، قم، ۱۴۱۳ق

کے مجموعے کے لیے "الانسان الکامل" کا عنوان استعمال کیا،[24] اس نے اور اس کے بعد عبد الکریم جیلانی نے بھی اپنی کتاب کے لیے اس عنوان کا انتخاب کیا۔[25]

---

24 بدوی، عبد الرحمن، الانسان الکامل فی الاسلام، کویت، ۱۹۷۶م

25 برتلس، یوگنی ادواردوویچ، تصوف و ادبیات تصوف، ترجمہ سیروس ایزدی، تہران، ۱۳۵۶ش

مفہوم کی تاریخ

رہبانیت اور ریاضتوں کے زور پر خدا سے ذاتی قربت پیدا کرنے کا تصور مختلف مکاتب و مذاہب میں رہا ہے۔ نوفلاطونی فلسفی عقل کے ساتھ ساتھ شہود، جذب اور وجد کو حکمت کے حصول کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ زمانۂ فترت کے مشرک فلسفی فلوطین (متوفیٰ 270ء عیسوی) کے نزدیک فلسفے کا راستہ اندرونی شہود اور خالص مفاہیم پر مبنی فکر کے ساتھ ساتھ رہبانیت کے ذریعے روح کو پاک صاف کرنے سے طے ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے نزدیک فلسفے کا معنی اور مقصد ہستی اور کائنات کو جاننا نہیں بلکہ معرفت اور تزکیہ کی مدد سے روح کو ذاتِ واحد سے ملانا ہے۔ وہ عقل استعمال کرنے کو مناسب نہیں سمجھتا۔ فلو یہودی اور سکندر افرودیسی کو فلوطین کا پیش رو سمجھا جاتا ہے۔ عباسی دور میں جب اثولوجیا کا عربی ترجمہ ہوا اور وہ غلطی سے ارسطو سے منسوب ہو گئی تو فلوطین کے افکار مسلم فلاسفہ کے ہاں رائج ہونے لگے۔ قرآن میں رہبانیت کی مذمت آئی ہے۔

1. منصور حلاج

مسلم سماج میں منصور حلاج (متوفیٰ 922 عیسوی) کو یہ مفہوم رائج کرنے کا ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ اس نے انسان کامل کی اصطلاح استعمال نہیں کی لیکن اس نے خدا نما انسان اور انسان نما خدا، اسی طرح ناسوتی انسان اور لاہوتی انسان جیسے خیالات پیش کیے۔ قرآن کی تفسیر بالرائے کرتے ہوئے اس نے خُلُق عظیم کے معنی خدا کی ذات سے ملحق ہو جانا کیے۔[26] اس نے سورہ نور کی آیت 35 کی تفسیر میں غلو کا ارتکاب کرتے ہوئے رسول اللہ

---

[26] بقاعی، ابراہیم، مصرع التصوف، بہ کوشش عبد الرحمن وکیل، بیروت، ۱۴۰۰ق/۱۹۸۰م

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازلیت اور ان کے قدیم ہونے کا دعویٰ کیا۔ [27;28] وہ اس سوچ کا قائل تھا کہ انسان کے زہد و ریاضت کی بدولت خدا اس کی روح میں حلول کر جاتا ہے اور ہر چیز اس کیلئے مسخر ہو جاتی ہے اور اس کا حکم خدا کا حکم بن جاتا ہے۔ [29]

حسین بن منصور حلاج اپنی تحریر و تقریر میں "انا الحق" اور "زمینی خدا" ہونے کے دعوے کیا کرتا تھا۔ شیعہ مسلک غالیوں کے امام علیؑ کو خدا کہنے کو کفر سمجھتا ہے تو ایک شعبدہ باز شخص کے اپنے بارے میں اس قسم کے غلو کو کیسے قبول کر سکتا تھا؟ امام مہدیؑ کی جانب سے ان کے نائبِ خاص جناب حسین بن روحؒ کے پاس آنے والی توقیع میں اس پر لعنت کی گئی۔ [30]

حلاج امام مہدیؑ سے رابطے کے جھوٹے دعوے بھی کرتا تھا اور اس نے اپنے مریدوں میں اپنی بہت سی جعلی کرامات، مثلاً مردے زندہ کرنا، بھی مشہور کر رکھی تھیں۔ اکابرِ مذہبِ حقہ نے اس کی مخالفت کی۔ ابن ندیم نے الفہرست میں لکھا ہے کہ حلاج نے ابو سہل نوبختیؒ کو اپنے مذہب کی طرف دعوت دی تو انہوں نے اس کے قاصد سے کہا کہ حلاج سے کہو کہ بطورِ کرامت ان کے سر کا گنجا پن دور کرے تو وہ اس کا مذہب قبول کر لیں گے۔ حلاج لاجواب ہو گیا۔ [31]

---

27 بہار، مہرداد، پژوہشی در اساطیر ایران، تہران، ۱۳۶۲ش

28 پارسا، محمد، شرح فصوص الحکم، بہ کوشش جلیل مسگر نژاد، تہران، ۱۳۶۶ش

29 پل نویا، تفسیر قرآنی و زبان عرفانی، ترجمہ اسماعیل سعادت، تہران، ۱۳۷۳ش

30 طبرسی، احتجاج، جلد 2، صفحہ 289۔

31 ابن الندیم، الفہرست، صفحہ 284، مصر۔

حلاج نے قم جا کر علی ابن بابویہ قمیؒ کو اپنا ہم عقیدہ بنانا چاہا تو انہوں نے اسے شہر بدر کر دیا۔[32] بعد میں آنے والے شیعہ علماء، جیسے شیخ صدوقؒ، شیخ مفیدؒ، قطب راوندیؒ، علامہ حلیؒ، سید مرتضٰی رازیؒ، مقدس اردبیلیؒ، ملاباقر مجلسیؒ اور شیخ حر عاملیؒ وغیرہ نے بھی اس کے مذہب کو رد کیا۔ البتہ کچھ شیعہ علماء نے اس کی شطحیات کی تاویلیں کرنے کی کوشش بھی کی۔ حلاج پر اس کے دوست سمری کی بیٹی نے جنسی ہراسانی کا الزام بھی لگایا تھا۔[33] حلاج سے برآمد ہونے والی تحریروں سے اس کا قرامطہ سے مربوط ہونا بھی ثابت ہوا جو عباسی خلیفہ کے سیاسی مخالفین تھے۔[34]

یہ سب چیزیں مل کر اس کی سزائے موت کا سبب بنیں۔ حلول و اتحاد کے علاوہ حلاج کے دیگر باطل عقائد میں جبرِ کامل، تناسخ اور جادو ٹونے پر یقین کرنا شامل ہیں۔ شیعہ و سنی علماء کے علاوہ حلاج کے معاصر صوفیوں، جیسے ابو محمد جریری اور ابوبکر شبلی، نے بھی اس کی مذمت کی تھی۔ عباسی خلیفہ المقتدر باللہ کے دور میں حلاج کو طویل قید کے بعد سزائے موت دی گئی۔ اس کی موت کے بعد آنے والے صوفیوں، جیسے غزالی، شہاب الدین سہروردی، ابنِ عربی، شیخ عطار، جامی، رومی وغیرہ، نے اس کی روزافزوں حمایت کی جس کی وجہ سے تصوف زدہ لوگ اس فریب کار کو پہنچا ہوا پیر سمجھنے لگے۔ مثلاً ملا صدرا (متوفیٰ 1641ء) کے شاگرد اور دہلی میں مدفون معروف صوفی سرمد کاشانی (متوفیٰ 1661ء) کا شعر ہے:

---

[32] شیخ طوسی، کتاب الغیبۃ، صفحہ 247۔

[33] خطیب بغدادی، تاریخِ بغداد، جلد 8، صفحات 129 تا 131۔

[34] ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، جلد 6، صفحہ 168، مصر۔

عمریست کہ آوازۂ منصور کہن شد

من از سرِ نو جلوہ دہم دار و رسن را[35]

---

[35] سرمد وحدت الوجود کا قائل تھا۔ وہ کہتا ہے:

آن ذات برون ز گنبدِ ارزق نیست
ذاتیست مقید کہ بجز مطلق نیست
حق باطل نیز ہست، باطل حق نیست
آن ذات بجز مصدرِ ہر مشتق نیست

اس کی ایک اور رباعی ہے:

ہستی بہ نظر چہ شد اگر پنہانی
این راز نہفتہ را تو ہم می دانی
چون شمع زفانوس نمائی خود را
پیوستہ درین لباسِ خود عریانی

سرمد نے شیطان کی مدح میں یہ رباعی کہی:

سرمد تو حدیثِ کعبہ و دیر مکن
در وادئ شک چو گمرہان سیر مکن
این شیوۂ بندگی ز شیطان آموز
یک قبلہ گزین، سجدہ بر غیر مکن

2. حکیم ترمذی

محمد بن علی ترمذی (متوفیٰ 869 عیسوی) نے اپنی کتاب خاتم الاولیاء کو لکھ کر تصوف کی انسان شناسی کی تشکیل میں بہت بڑا اقدم اٹھایا۔ اگرچہ اس نے اس مسئلہ کو ولایت کی بحث میں شامل کیا، جیسا کہ کہا گیا ہے کہ اس کی سوچ اور طریقت کی بنیاد ولایت تھی۔ [36] اس نے کامل آدمی کی اصطلاح کا ذکر نہیں کیا، لیکن اس کے خیالات اور نظریات نے بعد کی صدیوں میں کامل انسان کے عنوان سے پیش کئے گئے کئی نظریات کی بنیاد اور ستون کے طور پر کام کیا۔ [37]

(گزشتہ حاشیے سے پیوستہ) سرمد کاشانی مادرزاد ننگا رہتا تھا۔ وہ ایک کم عمر ہندو لڑکے ابھے چند کا عاشق ہو گیا تھا، جسے وہ ہر وقت ساتھ رکھتا۔ سرمد کی بھی بہت سی کرامات مشہور تھیں، لیکن جب مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیر نے عنایت خان کو اس کے پاس بھیجا تاکہ اس کی کرامات کی جانچ پڑتال کرے تو سرمد کوئی کرامت نہ دکھا سکا۔ عنایت خان نے اس شعر کی صورت میں اورنگزیب عالمگیر کو روداد پیش کی:

بر سرمد برہنہ کرامات تہمت است
کشفی کہ ظاہر است ازو کشفِ عورت است

سرمد چونکہ داراشکوہ سے وابستہ رہا تھا چنانچہ اسے اورنگزیب عالمگیر نے قتل کروا دیا۔ یوں سرمد بھی حلاج اور شہاب الدین سہروردی کی طرح "شہیدِ تصوف" قرار پایا۔ حلاج ہی کی طرح سرمد بھی صوفیوں کے بزرگوں میں شمار ہوتا ہے۔ جدید دور میں بعض سنی علماء نے اپنی سیاسی ضرورتوں کے مطابق تاریخ کو بگاڑنا شروع کیا تو جہاں شیخ احمد سرہندی، شاہ ولی اللہ اور سید احمد بریلوی وغیرہ کے تاریخ میں کردار کے بارے میں غلو کیا، وہیں لفاظی کے زور پر حلاج اور سرمد کو بھی عشقِ الٰہی کا استعارہ بنا ڈالا۔

[36] ترمذی، محمد بن عیسی، سنن، بہ کوشش ابراہیم عطوہ عوض، بیروت، المکتبہ الاسلامیہ

[37] تھانوی، محمد اعلی، کشاف اصطلاحات الفنون، بہ کوشش محمد وجیہ و دیگران، کلکتہ، ۱۸۶۲م

حکیم ترمذی نے "الرّد علی الرافضہ" کے عنوان سے شیعوں کے خلاف ایک کتاب بھی لکھی تھی جو مذہبِ حقہ کے خلاف لکھی گئی ابتدائی کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ شیعوں کے خلاف نفرت انگیزی میں صوفی وہابیوں سے ہمیشہ دو قدم آگے رہے ہیں۔

3. ابن عربی

محیی الدین ابن عربی (متوفیٰ 1240 عیسوی) اور اس کی کتابوں کے مفسرین نے انسانِ کامل کے تصور کے تحت انسانوں کے بارے میں صوفیوں کے پراکندہ خیالات کو جمع کیا۔ استاد مرتضیٰ مطہری لکھتے ہیں:

"کامل انسان کی اصطلاح اسلامی ادبیات میں ساتویں صدی ہجری سے استعمال ہونے لگی ہے۔ اس سے پہلے اس کا کوئی وجود نہیں تھا۔۔۔ وہ پہلا شخص کہ جس نے کامل انسان کا مسئلہ اٹھایا اور اسے کامل انسان کی اصطلاح سے تعبیر کیا، وہ مشہور عارف محیی الدین ابن عربی اندلسی طائی ہے۔"[38]

ابن عربی نے اپنے تمام خیالات اور افکار کو وحدت شخصی وجود کی بنیاد پر تشکیل دیا ہے۔ اس کے نزدیک انسان کامل وجود حق کی کامل ترین تجلی ہے۔[39] تمام علوم کا منبع وہ ہے۔[40] وہ سب حقائق اور سب مراتب ہستی کا جامع ہے۔[41]

---

[38] مرتضیٰ مطہری، انسانِ کامل، صفحہ 16، کراچی۔

[39] جامی، عبد الرحمن، نقد النصوص، بہ کوشش ویلیام چیتیک، تہران، ۱۳۷۰ش

[40] جان بایر ناس، تاریخ جامع ادیان، ترجمہ علی اصغر حکمت، تہران، ۱۳۷۰ش

[41] جرجانی، علی، التعریفات، قاہرہ، ۱۳۵۷ق/۱۹۳۸م

کل تو یی و جملگان اجزای تو

بر گشا کہ ہست پاشان، پای تو

از تو عالم رو حزاری می شود

پشت صد لشکر سواری می شود[42]

کلی سطح پر انسان بحیثیت نوع حقیقتِ محمدیہ ہے۔[43] انسان وجود کا سب سے کامل مظہر ہے اور خدا کی صورت میں تخلیق کیا گیا ہے۔ وہ چھوٹی دنیا ہے اور کائنات بڑی دنیا ہے۔ لیکن دوسرے درجے پر انسانِ کامل کو ایک مخصوص فرد کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو مخصوص خصوصیات کا حامل ہے۔[44] وہ شخص جو چار سفر مکمل کر کے اپنے زمانے میں حقیقت محمدیہ کا مظہر بن گیا ہے۔ وہ ایک انسانِ کامل ہے جبکہ لوگوں کی اکثریت انسانِ حیوان ہے۔ ابن عربی کی آراء کی شرح کرنے والوں میں صدر الدین قونوی کا نام زیادہ نمایاں ہے۔ عزیز الدین نسفی اور عبد الکریم جیلی نے انسان کامل کے عنوان سے کتابیں بھی لکھیں۔ یہ سب لفاظی جہل مرکب کی مصداق ہے۔

---

42 جلالی ترکمانی، محمد حسن، التأویل المحکم، لکھنو، ۱۳۳۲ق

43 جندی، مؤید الدین، نفحہ الروح و تحفہ الفتوح، بہ کوشش نجیب مایل ہروی، تہران، ۱۳۶۲ش

44 جیلانی، عبد الکریم، الانسان الکامل، قاہرہ، ۱۳۰۴ق

تصوف کے انسانِ کامل اور شیعہ عقیدۂ امامت میں فرق

صوفیوں کا کامل انسان اور ان کی انسان شناسی، امامی شیعوں کی انسان شناسی اور عقیدۂ امامت سے بہت مختلف ہے۔ ان دونوں نظریات میں سے ہر ایک کو بالکل مختلف تناظر میں پیش کیا گیا ہے، اور ہر ایک کی بنیادیں، مقاصد اور مسائل ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ بنیادی نوعیت کے اختلافات دو ہیں:

1. ماہیت کا فرق

تصوف کی نظر میں کامل انسان وہ ہے جو خدا کی ذات میں فانی ہو اور جس کی بندگی اور عبودیت تمام ہو چکی ہو۔ جبکہ شیعوں کی نظر میں بندگی کبھی ختم نہیں ہوتی اور امام وہ ہے جس کی عبودیت دوسرے انسانوں سے زیادہ ہو۔ تصوف کی نظر میں خالق اور مخلوق میں ذاتی ربط ہے، وہ ایک ہی وجود ہیں صرف مراتب کا فرق ہے۔ لیکن شیعہ عقیدے میں خالق اور مخلوق کے درمیان کسی قسم کی یگانگی یا شباہت کو جائز نہیں سمجھا جاتا۔

2. مصادیق کا فرق

اثنا عشری شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے لے کر قیامت تک، صرف بارہ اماموں کو بہترین انسان اور امام مانتے ہیں۔ غیبت کے دور میں بھی زندہ، حاضر اور باخبر امام حضرت مہدی علیہ السلام ہیں۔ یہ افراد خدا کی طرف سے منتخب کیے گئے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ مقرر کیے گئے ہیں، اور خود لوگوں کو اس سلسلے میں انتخاب کا حق حاصل نہیں تھا۔

لیکن صوفی اس قسم کی تخصیص پر یقین نہیں رکھتے اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہر انسان کامل انسان کے مرتبے تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور قیامت تک ہزاروں لوگ اس درجہ کو پہنچ جائیں گے۔ اس وقت بھی ہر فرقہ اپنے رہبر اور قطب کو ایک کامل انسان سمجھتا ہے۔ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں:

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کرے

ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رُخِ دوست
زندگی تیرے لئے اور بھی دُشوار کرے

دے کے احساسِ زیاں تیرا لہُو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

ذرا مختلف الفاظ میں ڈاکٹر اقبال کے پیر مولوی رومی نے بھی اسی صوفیانہ ولایت اور امامتِ نوعی کی بات کی ہے۔ وہ کہتا ہے:

آزمایش تا قیامت دائم است

پس بہ ہر دوری ولیی لازم است

پس امام حی و مطلق آن ولی است

خواہ از نسل عمر خواہ از علی است

ترجمہ: "آزمائش قیامت تک ہے تو ہر زمانے میں ایک ولی ہونا ضروری ہے۔ وہی ولی زندہ و مطلق امام ہے، چاہے عمر کی نسل سے ہو یا علیؑ کی!"

اس طرح امام بے شمار ہو جائیں گے اور ان کی امامت کسی نص شرعی کے بجائے پیروکاروں کی ذاتی کشفیات پر قائم ہو گی۔ مکتب امامیہ میں آئمہ بارہ ہیں جن کی امامت قرآن و حدیث میں موجود نصوص کی بنیاد پر قائم ہے، اور وہ سب آلِ رسولؐ میں سے ہیں۔ حاضر و موجود سے بیزار کرنا بھی درست بات نہیں۔ مومن کو زمانے کی واقعیتوں سے کٹ کر نہیں رہنا چاہیئے۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

العالِمُ بِزَمانِهِ، لا تَهجُمُ علَيهِ اللَّوابِسُ۔ [45]

ترجمہ: ”جو شخص اپنے زمانے کا شعور رکھتا ہو اس پر شبہات حملہ نہیں کرتے۔“

موت کے بعد دیدارِ الٰہی کا عقیدہ بھی مکتبِ اہلبیتؑ سے میل نہیں کھاتا۔ علامہ باقر مجلسیؒ لکھتے ہیں:

”خدا کو ان ظاہری آنکھوں سے دنیا و آخرت میں دیکھنا محال ہے اور اس سلسلہ میں جو بعض (متشابہ آیات و روایات) وارد ہیں ان کی تاویل کی گئی ہے۔ خدائے تعالیٰ کی ذات و صفات کی حقیقتِ واقعیہ تک انسانی عقل و خرد کی رسائی ممکن نہیں ہے۔[46]“

آیۃ اللہ العظمیٰ نوری ہمدانی کہتے ہیں:

”مذہبِ امامیہ میں اولیاء کچھ خاص شخصیات ہیں۔ ہم ولایتِ شخصی کے قائل ہیں جو پیغمبرؐ اور آئمہؑ میں منحصر ہے، جن کے نام متواتر احادیث میں آئے ہیں۔ صوفی ولایتِ نوعی کے قائل ہیں، لہٰذا پیروں کو حجتِ خدا سمجھتے ہیں۔ کتاب تذکرۃ الاولیاء میں انکے نام آئے ہیں۔[47]“

---

[45] الکافی، جلد1، صفحہ 27۔

[46] آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ محمد حسین نجفی ڈھکو، اعتقاداتِ امامیہ، ترجمہ رسالۂ لیلیہ از علامہ باقر مجلسی، صفحہ 47، مکتبۃ السبطین، سرگودھا، 2006ء۔

[47] آیۃ اللہ العظمیٰ نوری ہمدانی، درسِ خارج فقہ، کتاب الوقف، 16/11/95۔

تصوف اور سیاسی شدت پسندی

صوفی انسان شناسی اپنی سرشت میں تمامیت خواہ (Totalitarian) ہے۔ صوفی تصوف کو مکمل ضابطۂ حیات سمجھتے ہیں۔ یہ فکر جدید دور میں عدم برداشت اور تشدد کو جنم دے رہی ہے۔ یہ سوچ کہ سب انسان ایک ہی قسم کے کمال تک پہنچ سکتے ہیں، فردی آزادی اور ذاتی انتخاب کیلئے کوئی جگہ نہیں چھوڑتی۔ جدید ذرائع ابلاغ، بالخصوص سوشل میڈیا، کی مدد سے نوجوان نسل کو پروپیگنڈے کا شکار کر کے مختلف جتھوں (Cults) میں شامل کیا جارہا ہے۔ وہاں ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو زنگ لگ جاتا ہے۔ ان کی جوانی کا وقت ضائع ہوتا ہے۔ ان کو خیالی دنیا میں لے جا کر معاشرے کا ناکارہ حصہ بنادیا جاتا ہے۔ ان کو رہنما یا قائد کا مطیع محض بنا کر اس کے مفادات کیلئے دنگا فساد کرنے والا ہجوم (Mob) بنادیا جاتا ہے۔ اس مقصد کیلئے اسلام کا نام زور و شور سے استعمال کیا جارہا ہے۔ جبکہ اسلام ذہن کو تالے لگانے کی اجازت نہیں دیتا۔

1. اسلام میں حریتِ فکر

اسلام میں ان افراد کو ہدایت یافتہ اور عقلمند کہا گیا ہے جو مختلف آراء کو برداشت سے سن کر ان میں درست اور غلط کی تشخیص دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد الٰہی ہے:

فَبَشِّرْ عِبَادِo الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ اَحْسَنَهُ اُولٰٓئِکَ الَّذِينَ ہَدٰىہُمُ اللّٰہُ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمْ أُولُوا الْأَلْبابِ[48] o

48 سورہ زمر، آیات 17، 18۔

ترجمہ: ”میرے ان بندوں کو بشارت دے دو، جو باتوں کو غور سے سنتے ہیں اور ان میں سے بہترین کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی خدا نے ہدایت کی ہے اور یہی عقل مند ہیں۔“

قرآن میں ایک اور مقام پر عقلمندوں (اولوالالباب) کی صفات یوں بیان ہوئی ہیں:

اِنَّ فِیۡ خَلقِ السَّمٰوٰتِ وَ الاَرضِ وَ اختِلَافِ الَّیلِ وَ النَّہَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الاَلۡبَابِ. الَّذِینَ یَذکُرُونَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُودًا وَّ عَلٰی جُنُوبِہِم وَ یَتَفَکَّرُونَ فِی خَلقِ السَّمٰوٰتِ وَ الاَرضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقتَ ہٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.[49]

ترجمہ: ”بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں صاحبانِ عقل کے لیے نشانیاں ہیں۔ جو اٹھتے بیٹھتے اور اپنی کروٹوں پر لیٹتے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی خلقت میں غور و فکر کرتے ہیں، (اور کہتے ہیں:) ہمارے رب! یہ سب کچھ تو نے بے حکمت نہیں بنایا، تیری ذات (ہر عبث سے) پاک ہے، پس ہمیں عذاب جہنم سے بچالے۔“

قرآن و حدیث میں بار بار مخلوقات پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے، اور جدید سائنس اور جدید فلسفے کا موضوع بھی مخلوقات ہی ہیں۔ لیکن اللہ کے بارے میں علم بنانے سے روکا گیا ہے، چاہے اس کا نام علمِ حصولی رکھ دیا جائے، اسے علمِ حضوری کہا جائے یا کشف و شہود پر مبنی علم کہا جائے۔ یہ وہ گمراہی ہے جس میں قدیم فلاسفہ اور صوفیہ مبتلا تھے اور اس کی حیثیت قیل و قال سے زیادہ کچھ نہ تھی۔ ارشادِ الٰہی ہے:

---

[49] سورہ آلِ عمران، آیات 190، 191۔

وَ لَا یُحِیطُونَ بِہٖ عِلمًا. [50]

ترجمہ: "تمہارا علم اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔"

کیونکہ:

لَیسَ کَمِثلِہٖ شَیءٌ. [51]

ترجمہ: "اس جیسی کوئی چیز نہیں۔"

امیر المؤمنین علیؑ فرماتے ہیں:

فَمَدَحَ اللّٰہُ اعْتِرَافَہُمْ بِالْعَجْزِ عَنْ تَنَاوُلِ مَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِہٖ عِلْمًا، وَ سَمّٰی تَرْکَہُمُ التَّعَمُّقَ فِیْمَا لَمْ یُکَلِّفْہُمُ الْبَحْثَ عَنْ کُنْہِہٖ رُسُوْخًا، فاقْتَصِرْ عَلٰی ذٰلِكَ. وَ لَاتُقَدِّرْ عَظَمَۃَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی قَدْرِ عَقْلِكَ فَتَکُوْنَ مِنَ الْھَالِکِیْنَ. (نہج البلاغہ، خطبہ 89، خطبہ اشباح۔)

ترجمہ: "اللہ نے اس بات پر ان (علم میں پختہ لوگوں) کی مدح کی ہے کہ جو چیز ان کے احاطۂ علم سے باہر ہوتی ہے اس کی رسائی سے اپنے عجز کا اعتراف کر لیتے ہیں اور اللہ نے جس چیز کی حقیقت سے بحث کرنے کی تکلیف نہیں دی اس میں تعمق و کاوش کے ترک ہی کا نام رسوخ رکھا ہے۔ لہٰذا بس اسی پر اکتفا کرو اور اپنی عقل کے پیمانہ کے مطابق اللہ کی عظمت کو محدود نہ بناؤ، ورنہ تمہارا شمار ہلاک ہونے والوں میں قرار پائے گا۔"

امام محمد باقرؑ سے مروی حدیث میں آیا ہے:

---

[50] سورہ طٰہٰ، آیت 110۔

[51] سورہ شوریٰ، آیت 11۔

تَكَلَّمُوا فِي خَلْقِ اللَّهِ وَلَا تَتَكَلَّمُوا فِي اللَّهِ. فَإِنَّ الْكَلَامَ فِي اللَّهِ لَا يَزْدَادُ صَاحِبَهُ إِلَّا تَحَيُّراً.[52]

ترجمہ: "خدا کی مخلوقات کے بارے میں بات چیت کرو لیکن خدا کی ذات و صفات کے بارے میں گفتگو نہ کرو، کیونکہ خدا کی ذات و صفات کے بارے میں کلام کرنے والے کو حیرانی و سرگردانی میں اضافے کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔"

امام باقرؑ ہی کا فرمان ہے:

كُلَّ مَا مَيَّزْتُمُوهُ بِأَوْہَامِكُمْ فِي أَدَقِّ مَعٰانِيهِ مَخْلُوقٌ مَصْنُوعٌ مِثْلُكُمْ مَرْدُودٌ إِلَيْكُمْ.[53]

ترجمہ: "تمہارا ذہن جس کو بھی سمجھ لے اور جتنا بھی دقیق معنی حاصل کرے، وہ تمہارے جیسی مصنوع مخلوق ہی ہو گی اور واپس تمہاری طرف ہی پلٹے گی۔"

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

إيّاكُم و التَّفَكُّرَ في اللّه۔ فإنَّ التَّفَكُّرَ فی اللّه۔ لا يَزيدُ إلاّ تِيها. إنَّ اللّه۔ عَزَّ و جلَّ لا تُدرِكُهُ الأبصارُ و لا يُوصَفُ بِمِقدارٍ.[54]

---

[52] کافی، کتاب التوحید، باب النہی عن الکلام فی الکیفیۃ، حدیث 1۔

[53] وافی، جلد 1، صفحہ 408۔

[54] شیخ صدوق، امالی، جلد 3، صفحہ 340۔

ترجمہ: "اللہ میں فکر کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ اللہ کے بارے میں تفکر حیرت اور گمراہی کو بڑھاتا ہے۔ بے شک اللہ کو نہ آنکھیں پا سکتی ہیں، نہ اسے مقدار سے متصف کیا جا سکتا ہے۔"

ہمیں قرآنِ مجید میں جا بجا ایسی آیات ملتی ہیں جن میں خدا پر ایمان بالغیب رکھنے اور اس کی بندگی کرنے کی طرف دعوت دی گئی ہے۔ تاہم مخلوقات کا معاملہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ مخلوقات خالق سے بالکل الگ ہیں۔ کائنات حادث ہے، وہ قدیم ہے۔ یہ موجودات ہماری عقل کی طرح ہی زمان و مکان رکھتے ہیں، لیکن ان کا خالق ایسا نہیں۔ کائنات کی مقدار کی اعداد کی صورت میں پیمائش کی جا سکتی ہے، خدا تعدد سے پاک ہے۔ اللہ کی عبادت کرنی چاہیے، لیکن کسی اور کو عبادت میں شریک کرنا ظلمِ عظیم ہے: اِنَّ الشِّرۡکَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ۔ (سورہ لقمان، آیت 13۔) مخلوقات کے بارے میں علم خدا کی ذات و صفات کا علم نہیں، لیکن خدا پر ایمان اور یقین میں اضافہ کر سکتا ہے۔ خالق و مخلوق میں یہ تفریق بھی صوفیوں کے عقیدۂ وحدت الوجود کے باطل ہونے پر دلیل ہے۔

2. تمامیت خواہی انفرادیت کو کچل دیتی ہے

تمامیت خواہ تحریکوں میں شامل افراد جب اللہ تعالیٰ کی ہر ترکیب و تشکیک اور مخلوقات سے پاک ذات کو بھولتے ہیں تو انفرادیت (Individuality) کھو کر تحریک میں پوری طرح ضم ہو جاتے ہیں۔ قرآن اس سے منع کرتا ہے:

وَ لَا تَکُونُوا کَالَّذِینَ نَسُوا اللہَ فَاَنسٰہُم اَنفُسَہُم ۔اُولٰٓئِکَ ہُمُ الفٰسِقُونَ.[55]

ترجمہ:"اور ان کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا پھر اللہ نے بھی ان کو (ایسا کر دیا) کہ وہ اپنے آپ ہی کو بھول گئے، یہی لوگ فاسق ہیں۔"

اللہ کو بھول کر گروہ میں فناء ہونا عقل کا اندھا، بے ہویت اور تنہا کر دیتا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَ مَن اَعرَضَ عَن ذِکرِی فَاِنَّ لَہٗ مَعِیشَۃً ضَنکًا وَّ نَحشُرُہٗ یَومَ القِیٰمَۃِ اَعمٰی[56] .

ترجمہ:"اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا اسے یقینا ایک تنگ زندگی نصیب ہو گی اور بروزِ قیامت ہم اسے اندھا محشور کریں گے۔"

ان افراد کے اندر ایسی ذاتی وحدت قائم ہوتی ہے کہ گویا وہ کسی بڑی مشین کے پرزے ہوں۔ بقولِ اقبال: موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں۔ وہ معاشرے سے ذہنی طور پر کٹ جاتے ہیں۔ ان میں ایسی فطری انسانی قربت برقرار نہیں ہوتی جو فردی اور اجتماعی زندگی کو الگ رکھے۔ یہ ہر انسان کی انفرادیت جیسی بدیہی حقیقت کو برائی سمجھ کر مٹا دینا چاہتے ہیں۔ گروہی تعصب میں یہ لوگ قتل جیسے جرائم کے مرتکب بھی ہو جاتے ہیں۔ اسلام جتھے بندی سے منع کر کے بھائیوں جیسی الفت سکھاتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

---

[55] سورہ حشر، آیت 19۔

[56] سورہ طٰہٰ، آیت 124۔

وَ اعتَصِمُوا بِحَبلِ اللّٰہِ جَمِیعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوا ۪ وَ اذکُرُوا نِعمَتَ اللّٰہِ عَلَیکُم اِذ کُنتُم اَعدَآءً فَاَلَّفَ بَینَ قُلُوبِکُم فَاَصبَحتُم بِنِعمَتِہٖۤ اِخوَانًا ۚ وَ کُنتُم عَلٰی شَفَا حُفرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنقَذَکُم مِّنہَا ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُم اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُم تَہتَدُونَ [57].

ترجمہ: ”اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور گروہ بندیوں میں نہ پڑو اور تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالی اور اس کی نعمت سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ گئے تھے کہ اللہ نے تمہیں اس سے بچا لیا، اس طرح اللہ اپنی آیات کھول کر تمہارے لیے بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔“

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

مُنِیبِینَ اِلَیہِ وَ اتَّقُوہُ وَ اَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ وَ لَا تَکُونُوا مِنَ الْمُشرِکِینَ. مِنَ الَّذِینَ فَرَّقُوا دِینَہُم وَ کَانُوا شِیَعًا ؕ کُلُّ حِزبٍۭ بِمَا لَدَیہِم فَرِحُونَ[58] .

ترجمہ: ”اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہونا جنھوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈالی اور جو گروہوں میں بٹ گئے، ہر جماعت اسی پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔“

---

[57] سورہ آل عمران، آیت 103۔

[58] سورہ روم، آیات 31، 32۔

3. تصوف اور تمامیت خواہی

مسلم دنیا میں جدید دور میں اٹھنے والی سیاسی شدت پسند تحریکوں کی بنیادیں تصوف کی انسان شناسی میں ملتی ہیں۔ تصوف میں بھی رہنما پیروکاروں کی زندگی کے ہر اظہار کو قابو میں رکھنا چاہتا ہے۔ ان کو یہ باور کروایا جاتا ہے کہ پیر سے کچھ پوشیدہ نہیں ہے اور صرف وہی فرد یا سماج کی مصلحت کی تشخیص کر سکتا ہے، گویا وہ کوئی روحانی یا سماجی معالج ہے۔ ممکن ہے بعض شدت پسند صوفیوں کے بعض اعمال کی مذمت کرتے ہوں، لیکن وہ بھی صوفیت کی تمامیت خواہی کو اپنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ مکتبِ تشیع کو ہی یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ اچھے صوفی اور برے صوفی کی تفریق نہیں کرتا۔ وہ ابن تیمیہ کی طرح اصلی پیر اور جعلی پیر کے جھنجھٹ میں نہیں پڑتا۔ امام علی نقی علیہ السلام سے منقول ہے:

الصوفية كلهم من مخالفينا و طريقتهم مغايرة لطريقتنا[59].

ترجمہ: ”صوفی سب کے سب ہمارے مخالف ہیں اور ان کا راستہ ہمارے راستے سے جدا ہے۔“

صوفی کائنات کو بطورِ کلی خدا مانتے ہیں اور اس سے وصال کو ممکن سمجھتے ہیں۔ اس باطل عقیدے سے ان کی نفسیات پر یہ اثر پڑتا ہے کہ وہ جسم سے نکل کر کائنات میں فناء ہو جانا چاہتے ہیں۔ اس لاحاصل کوشش کو سیر و سلوک کہا جاتا ہے۔ جب یہ سوچ معاشرے میں آتی ہے تو یہ لوگوں کو خدا کی طرف لے جانے کے نام پر ان کی انفرادیت کو کچلنے کیلئے جتھے بنانے لگتے ہیں۔ جدید دور میں واٹس ایپ اور ٹیلی گرام وغیرہ میں گروپس بنانے کی سہولت نے جلتی پر تیل کا کام کیا ہے۔

---

59 شیخ عباس قمی، سفینۃ البحار، ج5، ص199۔

صوفی پیروں کو مظہرِ نورِ خدا سمجھتے ہیں۔ اس عقیدے کو تاریخ کا فلسفہ بنا لیا جائے تو صوفی سیاسی رہنما روحِ عصر قرار پاتا ہے جس کا قول تاریخ کا اٹل فیصلہ ہوتا ہے جو جبرِ کامل کے ساتھ نافذ ہوگا۔ دین میں کوئی جبر نہیں۔ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ[60]۔ اسلام میں سابقہ امتوں کے زوال کی ایک وجہ پیروں کو رب بنا لینا قرار دی گئی ہے۔

اتَّخَذُوا أَحْبَارَہُمْ وَرُہبَانَہُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّہِ[61] ○

ترجمہ: ”انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا۔“

اگرچہ اس نصِ صریح کی وجہ سے صوفی لوگ پیر کو کھلم کھلا رب کہنے سے کتراتے ہیں، لیکن اس کو رب کا پرتو یا اس کا ظہور ضرور قرار دیتے ہیں۔ یوں پیر کا قول خدا کے فرمان جیسی حیثیت حاصل کر لیتا ہے۔

تمامیت خواہی (Totalitarianism) حقیقت میں آمریت (Dictatorship) سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے جس میں آمر صرف سیاسی امور پر قابض ہوتا ہے، کیونکہ یہاں مرشد ہر معاملے میں ”رہنمائی“ کرتا ہے اور اس کے غلط فیصلوں سے بھی کوئی نہ کوئی ”بصیرت“ نکال لی جاتی ہے۔ ہر تمامیت خواہ نظام میں لیڈر خود کو آئین کا تابع کہتا ہے لیکن اصل میں آئین اس کا تابع ہوتا ہے۔ صوفی رہنما بھی خود کو شریعت کا تابع کہتے ہیں لیکن تشریع پر ولایت مطلقہ رکھنے کے دعویدار بھی ہوتے ہیں۔ جدید دور میں آئین کی پابندی صرف جمہوریت میں ممکن ہے جہاں کسی انسان کو دوسروں پر حکومت کا حق نہیں ہوتا اور ریاست کے سربراہ کا کام صرف اجتماعی امور کا انتظام کرنا ہوتا ہے، جس کی روش بھی آئین طے کرتا ہے۔ آئین میں بھی وقت کے بدلتے

---

[60] سورہ بقرہ، آیت 256۔

[61] سورہ توبہ، آیت 31۔

تقاضوں کے مطابق تبدیلی ممکن ہوتی ہے۔ ریاست کو کسی شہری کے انسانی حقوق چھیننے کی اجازت نہیں ہوتی، چاہے اس کا تعلق کسی اقلیت سے ہو۔

تمامیت خواہی کا تعلق زبان کو گدلا کرنے سے بھی ہے۔ لیڈر لفاظی میں الجھا کر کچھ افراد کو ذہنی طور پر اغواء کر لیتا ہے۔ مولا علیؑ کے الفاظ میں:

وَ اٰخَرُ قَدْ تَسَمّٰى عَالِمًا وَّ لَيْسَ بِهٖ، فَاقْتَبَسَ جَهَآئِلَ مِنْ جُهَّالٍ وَّ اَضَالِيْلَ مِنْ ضُلَّالٍ، وَ نَصَبَ لِلنَّاسِ اَشْرَاكًا مِّنْ حَبَآئِلِ غُرُوْرٍ، وَ قَوْلِ زُوْرٍ، قَدْ حَمَلَ الْكِتَابَ عَلٰى اٰرَآئِهٖ، وَ عَطَفَ الْحَقَّ عَلٰى اَهْوَآئِهٖ، يُؤَمِّنُ النَّاسَ مِنَ الْعَظَآئِمِ، وَ يُهَوِّنُ كَبِيْرَ الْجَرَآئِمِ، يَقُوْلُ: اَقِفُ عِنْدَ الشُّبُهَاتِ، وَ فِيْهَا وَقَعَ، وَ يَقُوْلُ: اَعْتَزِلُ الْبِدَعَ، وَ بَيْنَهَا اضْطَجَعَ، فَالصُّوْرَةُ صُوْرَةُ اِنْسَانٍ، وَ الْقَلْبُ قَلْبُ حَيَوَانٍ، لَا يَعْرِفُ بَابَ الْهُدٰى فَيَتَّبِعَهٗ، وَ لَا بَابَ الْعَمٰى فَيَصُدَّ عَنْهُ، وَ ذٰلِكَ مَيِّتُ الْاَحْيَآءِ!.[62]

ترجمہ: "ایک دوسرا شخص ہوتا ہے جس نے (زبردستی) اپنا نام عالم رکھ لیا ہے، حالانکہ وہ عالم نہیں۔ اس نے جاہلوں اور گمراہوں سے جہالتوں اور گمراہیوں کو بٹور لیا ہے اور لوگوں کیلئے مکرو فریب کے پھندے اور غلط سلط باتوں کے جال بچھار کھے ہیں۔ قرآن کو اپنی رائے پر اور حق کو اپنی خواہشوں پر ڈھالتا ہے۔ بڑے سے بڑے جرموں کا خوف لوگوں کے دلوں سے نکال دیتا ہے اور کبیرہ گناہوں کی اہمیت کو کم کرتا ہے۔ کہتا تو یہ ہے کہ: میں شبہات میں توقف کرتا ہوں حالانکہ انہی میں پڑا ہوا ہے۔ اس کا قول یہ ہے کہ: میں بدعتوں سے الگ تھلگ رہتا ہوں، حالانکہ انہی میں اس کا اٹھنا بیٹھنا ہے۔ صورت تو اس کی انسانوں کی سی ہے اور دل حیوانوں کا سا۔ نہ اسے

---

[62] نہج البلاغہ، خطبہ 85۔

ہدایت کا دروازہ معلوم ہے کہ وہاں تک آسکے اور نہ گمراہی کا دروازہ پہچانتا ہے کہ اس سے اپنا رخ موڑ سکے۔ یہ تو زندوں میں (چلتی پھرتی ہوئی) لاش ہے۔"

مغرب میں ہیگل، مارکس اور ہائیڈیگر نے جدلیات اور وجودیت جیسے ناقابل تصدیق خیالات پھیلائے تو یہ جہلِ مرکب لینن اور ہٹلر جیسے قاتلوں کے کام آیا۔ تصوف بھی ابہام پھیلاتا ہے جو ظالموں کے کام آتا ہے۔

4. صوفیانہ فلسفۂ تاریخ

جدید زمانے کے عرفان بافوں نے تاریخ کے سفر کو انسانی معاشرے کا خدا کی طرف سیر و سلوک کرنا سمجھ لیا ہے۔ پرانی صوفیت کا کامل انسان کا تصور اب کامل ریاست کے تصور کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ ان کیلئے دین ایک تمامیت خواہ سیاسی نظام کا نام بن کر رہ گیا ہے جس میں ریاست کا سربراہ پوری انسانیت کو خدا کی طرف لے کر جانے والا شیخ ہو گا اور عوام فنا فی الشیخ ہو کر جتھے (Mob) کا کردار ادا کریں گے۔ زندگی کا ہر پہلو سیاسی ہو جائے گا۔ مرشد مثالی اقتصادی نظام، مثالی تعلیمی نظام، یہ نظام، وہ نظام، وغیرہ کے خیالی پلاؤ پکاتا رہے گا اور سادہ لوح لوگ چندے دیتے رہیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ فناء فی اللہ و بقاء باللہ کا عقیدہ قرآن و حدیث کی تعلیمات کے برعکس ہے۔ احتجاجِ طبرسی میں روایت ہے کہ امام علی رضاؑ نے ابو قرّہ کے سوال کے جواب میں فرمایا:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَنَّ مَا سِوَى اللَّهِ فَانٍ وَ مَا سِوَى اللَّهِ فِعْلُ اللَّهِ وَ التَّوْرَاةُ وَ الْإِنْجِيلُ وَ الزَّبُورُ وَ الْفُرْقَانُ فِعْلُ اللَّهِ أَ لَمْ تَسْمَعِ النَّاسَ يَقُولُونَ رَبُّ الْقُرْآنِ وَ إِنَّ الْقُرْآنَ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا رَبِّ هَذَا فُلَانٌ وَ هُوَ أَعْرَفُ بِهِ مِنْهُ قَدْ أَظْمَأْتُ نَهَارَهُ وَ أَسْهَرْتُ لَيْلَهُ فَشَفِّعْنِي فِيهِ وَ كَذَلِكَ التَّوْرَاةُ وَ الْإِنْجِيلُ وَ الزَّبُورُ وَ هِيَ كُلُّهَا مُحْدَثَةٌ مَرْبُوبَةٌ أَحْدَثَهَا مَنْ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ هُدًى لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ فَمَنْ زَعَمَ أَنَّهُنَّ لَمْ يَزَلْنَ مَعَهُ فَقَدْ أَظْهَرَ أَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِأَوَّلِ قَدِيمٍ وَ لَا وَاحِدٍ وَ أَنَّ الْكَلَامَ لَمْ يَزَلْ مَعَهُ وَ لَيْسَ لَهُ بَدْءٌ وَ لَيْسَ بِإِلَهٍ.

ترجمہ: ”اجماعِ مسلمین ہے کہ خدا کے سوا ہر چیز نابود ہو جائے گی۔ خدا کے علاوہ جو کچھ ہے وہ اس کا فعل ہے۔ تورات، انجیل، زبور اور قرآن بھی اس کے افعال ہیں۔ تم نے لوگوں کو یہ کہتے نہیں سنا، ربِ قرآن؟ خود قرآن قیامت کے دن کہے گا اے میرے رب! یہ فلاں ہے، حالانکہ خدا اُس کو اِس سے بہتر پہچانتا ہے، اس کا دن پیاس اور رات بیداری کی حالت میں گزرتی تھی۔ اس کیلئے میری شفاعت قبول کرو۔ یہی معاملہ تورات، زبور اور انجیل کا ہے۔ سبھی آسمانی کتب مخلوق اور حادث ہیں۔ ان کا خالق وہ ہے جس کی مثل کوئی نہیں اور وہ عقلمندوں کو ہدایت دیتا ہے۔ پس جو یہ کہتا ہے کہ یہ کتابیں ازلی ہیں، وہ اصل میں یہ کہنا چاہتا ہے کہ خدا پہلا اور یکتا قدیم نہیں ہے۔ اس کا کلام ہمیشہ اس کے ساتھ تھا۔ یہ ابتدا میں صرف خدا کے ہونے اور اسی کے لائقِ عبادت ہونے کا انکار ہے۔“

یہ سن کر ابو قرّہ نے عرض کی:

إِنَّا رُوِّينَا أَنَّ الْكُتُبَ كُلَّهَا تَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ النَّاسُ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ صُفُوفٌ قِيَامٌ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ يَنْظُرُونَ حَتَّى تَرْجِعَ فِيهِ لِأَنَّهَا مِنْهُ وَ هِيَ جُزْءٌ مِنْهُ فَإِلَيْهِ تَصِيرُ.

ترجمہ: ”ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن سب آسمانی کتابیں آئیں گی اور سب لوگ ایک سطح پر صفیں بنا کر خدا کیلئے کھڑے ہونگے۔ وہ دیکھیں گے کہ یہ سب کتابیں خدا کے اندر چلی جائیں گی کیونکہ یہ خدا سے آئی تھیں۔ یہ اس کا جزء ہیں اور اس سے مل جائیں گی۔“

امام علی رضاؑ نے جواب میں فرمایا:

فَهَكَذَا قَالَتِ النَّصَارَى فِي الْمَسِيحِ إِنَّهُ رُوحُهُ جُزْءٌ مِنْهُ وَ يَرْجِعُ فِيهِ وَ كَذَلِكَ قَالَتِ الْمَجُوسُ فِي النَّارِ وَ الشَّمْسِ إِنَّهُمَا جُزْءٌ مِنْهُ تَرْجِعُ فِيهِ تَعَالَى رَبُّنَا أَنْ يَكُونَ مُتَجَزِّياً أَوْ مُخْتَلِفاً.[63]

ترجمہ: "یہی سب تو مسیحی حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ خدا کی روح اور اس کا جزء ہیں اور اس کی ذات میں چلے جائیں گے۔ مجوسیوں نے بھی سورج اور آگ کے بارے میں یہی کہا کہ سورج اور آگ خدا کا حصہ ہیں اور اس میں چلے جائیں گے۔ ہمارا خدا اس سے بلند ہے کہ اجزاء اور اختلاف رکھتا ہو۔"

امیر المؤمنین علیؑ کا فرمان ہے کہ:

وَ اِنَّمَا كَلَامُهٗ سُبْحَانَهٗ فِعْلٌ مِّنْهُ اَنْشَاَهُ، وَ مِثْلُهٗ لَمْ يَكُنْ مِّنْ قَبْلِ ذٰلِكَ كَآئِنًا، وَ لَوْ كَانَ قَدِيْمًا لَّكَانَ اِلٰهًا ثَانِيًا.[64]

ترجمہ: "اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کا کلام بس اس کا ایجاد کردہ فعل ہے۔ اور اس طرح کا کلام پہلے سے موجود نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ قدیم ہوتا تو دوسرا خدا ہوتا۔"

اگر اللہ کے پاک اور مقدس کلام کے بارے میں فناء فی اللہ و بقاء باللہ کا عقیدہ رکھنا شرک ہے، تو باقی موجودات کیلئے ایسا عقیدہ رکھنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

---

63 احتجاجِ طبرسی، جلد 2، صفحہ 405۔

64 نہج البلاغہ، خطبہ 184۔

سیاسی تصوف کی راہ پر چلنے والے لوگ اکثر ہیگل اور مارکس کی طرح تاریخ کے "قوانین" اور "سننِ الٰہی" کی کامل معرفت کا دعوٰی کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالٰی کے اس فرمان کی نص کے خلاف ہے:

عٰلِمُ الغَیبِ فَلَا یُظهِرُ عَلٰی غَیبِہٖ اَحَدًا. اِلَّا مَنِ ارتَضٰی مِن رَّسُولٍ فَاِنَّہٗ یَسلُکُ مِن بَینِ یَدَیہِ وَ مِن خَلفِہٖ رَصَدًا[65] .

ترجمہ: "وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ سوائے اس رسول کے جسے اس نے برگزیدہ کیا ہو، وہ اس کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے۔"

جدید فلسفے میں ہونے والی تحقیقات سے بھی یہ واضح ہوا ہے کہ طبیعیات کے برعکس تاریخ کے کوئی لگے بندھے قوانین نہیں جن پر ماہرین کا اتفاق ہو۔ ایسے قوانین کو سمجھنے اور معاشروں کے مستقبل کی پیش گوئیاں کرنے کی سوچ درست نہیں تھی اور اسی غلط فہمی وجہ سے ہیگل کے پیروکار فاشزم اور مارکس کے پیروکار کمیونزم کا شکار ہو کر ناکام رہے۔ تاریخ کا سفر کسی سیدھی لکیر پر طے نہیں ہو رہا بلکہ تاریخی واقعات بہت پیچیدہ ہوتے ہیں اور ان کے علل و اسباب کے بارے میں کوئی حتمی بات کرنا انسان کیلئے ممکن نہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ تاریخ کا علم محض یہ بتاتا ہے کہ ہم ماضی کو کیسے دیکھ رہے ہیں، ایسا نہیں کہ تاریخ ہمیں ماضی کی مکمل واقعیت سے آگاہ کرتی ہو۔ مزید یہ کہ تاریخ کا علم نئی تحقیقات اور دریافتوں سے بدلتا بھی رہتا ہے۔ کبھی کوئی پرانی کتاب مل جاتی ہے تو کبھی کسی تہذیب کے آثار دریافت ہوتے ہیں۔ کبھی سائنس میں پیشرفت پہلے سے موجود آثار کے بارے میں ہماری

---

[65] سورہ جن، آیات 26،27۔

معلومات کو بدل دیتی ہے۔ اسی لئے تاریخ دان تازہ کتابیں لکھتے رہتے ہیں۔ تاریخ سے سبق سیکھنا چاہئے لیکن اس راستے میں افراط کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔

یہ بات بھی جاننی چاہئے کہ انسان کی عقل محدود ہے۔ مغرب میں کانٹ نے اس کی حدود کو واضح کیا لیکن ہیگل نے عقل کو خدا بنا لیا۔ اس نے جدلیات کے نام پر مبہم باتیں لکھیں۔ مارکس نے اسی ابہام کو الٹا کر مادی جدلیات گھڑ لیں۔ ہیگل اور مارکس روشن فکری کے زوال کا سبب بنے۔ آخری زمانے کے وقوع کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، ہمیں ذہنی طور پر زمانۂ حال میں رہنا چاہئے اور اپنے امور کو اچھی طرح انجام دینا چاہئے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

يَسـَٔلُونَکَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرسٰهَا ۖ قُل اِنَّمَا عِلمُهَا عِندَ رَبِّي ۚ لَا يُجَلِّيهَا لِوَقتِهَآ اِلَّا هُوَ ۚ ثَقُلَت فِي السَّمٰوٰتِ وَ الاَرضِ ۚ لَا تَاتِيکُم اِلَّا بَغتَةً ۗ يَسـَٔلُونَکَ کَاَنَّکَ حَفِيٌّ عَنهَا ۖ قُل اِنَّمَا عِلمُهَا عِندَ اللّٰهِ وَ لٰکِنَّ اَکثَرَ النَّاسِ لَا يَعلَمُونَ[66] .

ترجمہ: "یہ لوگ آپ سے آخری زمانے کا وقت پوچھتے ہیں کہ آخری زمانہ کب آئے گا؟ کہہ دیجئے: اس کا علم صرف میرے رب کے پاس ہے، اس وقت کو اللہ کے سوا کوئی ظاہر نہیں کر سکتا۔ یہ آسمانوں اور زمین کا بڑا بھاری حادثہ ہو گا جو ناگہاں تم پر آجائے گا۔ یہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں گویا آپ اس کی کھوج میں ہوں، کہہ دیجئے: اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

---

[66] سورہ اعراف، آیت 187۔

مسلم دنیا میں پچھلے سو سال سے انتہا پسندوں کی جانب سے خبروں اور دنیا کے حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے امام مہدیؑ کے ظہور کی پیش گوئیاں کی جا رہی ہیں۔ بعض مقررین تو ''حالاتِ حاضرہ اور مہدویت'' کے علاوہ کسی اور موضوع پر تقریر ہی نہیں کرتے۔ ہر چند سال بعد دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ابھی امامِ عصرؑ ظاہر ہوں گے اور جو کوئی ہماری جماعت میں ہو گا وہی ان کے لشکر میں ہو گا۔ اس طرح وہ ہر تخریب سے تعمیر کی امید لگا لیتے ہیں۔ یہ غلط فہمی بھی ہیگل اور مارکس کی طرح تاریخ کی تکامل کی طرف حرکت کے عقیدے کی وجہ سے ہے۔ یہ نیا عقیدہ، جسے ''اسلامی فلسفۂ تاریخ'' کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے، وحدت الوجود سے اخذ شدہ ایک باطل عقیدہ ہے جو سماجی تبدیلیوں کے بارے میں عرفان بافی پر مبنی ہے۔ اسے کمیونسٹوں کی مخالفت میں بنایا گیا تھا، جو تاریخ کے جبر اور ایک بے طبقہ معاشرے کے ظہور پر تاریخ کے خاتمے کی بات کرتے تھے۔ اس کی تفصیل شیخ مرتضیٰ مطہری کی کتاب ''قیام و انقلابِ مہدیؑ'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔

جدید سیاسی علوم میں آخری زمانے کی پیش گوئیوں پر مبنی سیاست (Apocalyptic Politics) کا نادرست بلکہ تباہ کن ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مخلوق کے خالق میں ضم ہوتے جانے کا عقیدہ درست نہیں، خالق مخلوق سے مکمل طور پر جدا اور ہر ترکیب و تشکیک سے پاک ہے۔ صوفیوں کا جبرِ کامل کا عقیدہ بھی آئمۂ اہلبیتؑ کی تعلیمات کے خلاف ہے، اسے معاشرے تک بڑھا کر تاریخ کے جبرِ کامل کی شکل دینا درست نہیں۔ جنابِ مطہری کے عرفانی خیالات کو آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ محمد حسین نجفی ڈھکو نے اپنی کتاب اقامۃ البرہان میں رد کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ظہورِ امامِ زمانؑ میں ہزاروں سال بھی لگ سکتے ہیں اور یہ قیامت کی طرح ان غیبی امور میں سے ہے جنہیں لوگ نہیں جان سکتے، نہ ان کے وقوع کیلئے راہ ہموار کر سکتے ہیں۔ اس نئے

بدعتی عقیدے پر بھی تشیع کو تصوف سے اختلاف ہے۔ حضرت امام محمد باقرؑ کا فرمان ہے: "ظہورِ مہدیؑ کے وقت کا تعین کرنے والے جھوٹے ہیں، جھوٹے ہیں، جھوٹے ہیں۔ [67]"

5. تمامیت خواہی کی کچھ مثالیں

تمامیت خواہی جدید معاشرت کا مسئلہ ہے۔ جدید دور میں ہر قوم و مذہب کے افراد اس لہر کا شکار ہوئے ہیں۔ مسلمانوں میں ڈاکٹر اقبال، مولانا مودودی، سید قطب، غلام احمد پرویز، ڈاکٹر شریعتی اور ڈاکٹر اسرار احمد وغیرہ کی فکر میں بھی تمامیت خواہی کی جھلک نمایاں ہے۔

جو قومی اور مذہبی تحریکیں کوئی نہ کوئی آئیڈیالوجی اپنالیں، وہ چاروناچار تمامیت خواہ بن جاتی ہیں۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اسلام آئیڈیالوجی نہیں ہے لیکن جدید دور میں "نظامِ خلافت" جیسے عنوانات سے ہونے والی خیال بافی دین کو آئیڈیالوجی کے طور پر پیش کرنا چاہتی ہے۔ حضراتِ ثلاثہ کی حکومت بھی ایسی خلافت نہیں تھی جیسی یہ لوگ قائم کرنا چاہتے ہیں۔

پچھلی صدی میں مسلم دنیا کے جو علاقے تصوف زدہ تھے ان میں جدید ذرائع ابلاغ کے آنے کے بعد شدت پسند تنظیمیں اور ایسے گوناگوں اقلیتی گروہ نمودار ہونے لگے جو دوسروں کو ڈرا اور دبا کر اپنے موہوم مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ سب سے پہلے کمیونسٹ پروپیگنڈے کی طرز پر تاریخ کو بگاڑنے کا آغاز ہندوستان میں جناب ابوالکلام آزاد نے کیا۔ انہوں نے قدیم صوفی حضرات کو ظلم کے خلاف مزاحمت کے استعارے بنا کر پیش کیا۔ تحریکِ خلافت کے بعد ڈاکٹر اقبال، ابوالاعلیٰ مودودی اور کئی دوسرے صاحبانِ قلم نے مغربی فاشسٹ تنظیموں کے

---

67 شیخ طوسی، کتاب الغیبۃ:411/426۔

لٹریچر کی طرز پر احیائے خلافت کے نام پر سیاسی تصوف کو پروان چڑھایا۔ مصر میں اس سوچ کو سید قطب نے اپنایا۔ ان سب حضرات کا تعلق صوفی گھرانوں سے تھا اور مودودی صاحب نے تو ملا صدرا کی کتاب اسفار اربعہ کا اردو میں ترجمہ بھی کیا۔ ان حضرات کی دیکھا دیکھی گدی نشین بھی اپنے مریدوں کی ذہنی غلامی کو سیاسی فوائد حاصل کرنے کیلئے استعمال کرنے لگے۔ جدید ذرائع ابلاغ نے ان کو افراد کی ذہن سازی اور کارکنوں کو آپس میں جوڑنے کا وسیلہ فراہم کیا۔



سیاسی تصوف اور دہشتگردی: پاکستان میں سپاہ صحابہ اور عراق میں جیش نقشبندیہ

یہ مسئلہ صرف مسلمانوں تک محدود نہیں، جدید دور میں ہندوؤں میں ساورکر اور گوالکر کی تمامیت خواہانہ فکر نے ہندوتوا کا فتنہ کھڑا کیا۔ یہودیوں میں یہ فکر صہیونیوں کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ مسیحی دنیا میں کرسچین ازم، کمیونزم، فاشزم اور نازی ازم جیسے کئی فتنے اسی تمامیت خواہی کے مظاہر ہیں۔ جدید دور کے ملحدین بھی کامل ملحد بننا اور دوسروں کو کامل ملحد بنانا چاہتے ہیں۔ تمامیت خواہی (Totalitarianism) جس رنگ میں بھی ہو اس کے معاشرتی اثرات ایک جیسے ہوتے ہیں۔

اسلام تمامیت خواہ (Totalitarian) نہیں، اسلام میں مباحات بے شمار ہیں اور واجبات و محرمات صرف چند ایک ہیں۔ اسلام کسی انسان کو دوسروں کی زندگیوں پر تصرف کی اجازت نہیں دیتا۔ لیکن اب مسلم دنیا میں ہزاروں جماعتیں اور گروہ بن چکے ہیں جن میں سے ہر ایک پوری امتِ مسلمہ کو اپنے امیر کے جھنڈے تلے "متحد" دیکھنا چاہتا ہے۔ ہر تمامیت خواہ گروہ میں چند ہزار ہی کارکنان ہوتے ہیں لیکن نشر و اشاعت کی بدولت ان کا شور بہت ہوتا ہے، جس سے کارکنان کو لگتا ہے کہ جلد ہی وہ سارے ملک پر چھا جائیں گے اور ان کے رہنما کا مجوزہ نظام قائم ہو جائے گا۔ یہ لوگ اپنی ناکامیوں کو چھپاتے اور کامیابیوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ یوں یہ اپنی زندگی سرابوں کے تعاقب میں ضائع کر دیتے ہیں۔ تمامیت خواہی سے تخریب اور تباہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

تنقیدی جائزہ

1. غیر علمی روشِ تحقیق

صوفی انسان شناسی کی بنیادیں نہ تو معقول ہیں اور نہ ہی آیات و احادیث سے ان کی تصدیق ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں صوفیاء کے کلام کو قبول کرنے کی کوئی عقلی، کلامی یا نقلی وجہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ تمام دلائل اس کے برعکس کو ثابت کرتے ہیں۔ صوفیاء چند ایک احادیث کا ہی حوالہ دے پاتے ہیں، جیسے خلق اللہ آدم علی سورتہ، لیکن یہ واضح ہے کہ ان استدلالات میں علمی اور استنادی روش کا فقدان ہے۔ یہ ان احادیث کی تشریح کرتے ہوئے باقی احادیث اور آیات قرآن کا لحاظ نہیں رکھتے، نہ ہی ان کی اسناد پر توجہ دیتے ہیں۔ خود صوفیوں نے کہا ہے کہ اس طرح کی شاذ احادیث زیادہ تر مخالفین اور ناقدین سے بحث کرنے کے لیے ہیں اور صوفی انسان شناسی کے اصول ان کے مشائخ کی ذاتی کشفیات سے اخذ کئے گئے ہیں۔

2. انسان کی نوعی انفرادیت سے انکار

تصوف کے مطابق انسان کو خلق اور حق کے تمام درجات کا جامع ہونا چاہیے۔ اس میں ایک صریح خرابی یہ ہے کہ انسان اس وسیع کائنات کی بے شمار اقسام کی مخلوقات کا جامع کیوں ہونا چاہئے؟ کائنات میں ایٹموں سے بنی کئی چیزیں ہیں۔ مختلف اقسام کی گیسوں اور مائعات سے لے کر سمندر کی گوناگوں مچھلیوں تک، اور خوبصورت تتلیوں سے لے کر خطرناک اور زہریلے جانوروں تک، اربوں اقسام و انواع کی مخلوقات ہیں۔ واضح ہے کہ انسان میں ان سب کی صفات جمع نہیں ہو سکتیں۔ اگرچہ جدید دور میں کئی عجیب و غریب چیزیں دریافت کی جاچکی ہیں لیکن یہ

سلسلہ جاری ہے اور نہ صرف یہ کہ موجودہ علم نامکمل ہے بلکہ بے شمار مخلوقات کے بارے میں انسان سرے سے علم ہی نہیں رکھتا۔

3. خالق اور مخلوق میں جدائی سے انکار

صوفی انسان شناسی کا نظریہِ انسانِ کامل، وحدت الوجود اور صوفی الٰہیات کی بنیادوں پر استوار ہے۔ دینی علماء و محققین نے صوفیاء کی خداشناسی کو محکم دلائل سے رد کیا ہے۔ جدید سائنس نے صوفیا کی جہان شناسی کو رد کیا ہے۔ جدید علم نفسیات نے صوفیاء کی ذہنی مشکلات کو اجاگر کیا ہے۔ یوں صوفیاء کی انسان شناسی کی بنیادیں کھوکھلی ہو چکی ہیں اور وہ بھی باطل ثابت ہو گئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وحدت الوجود کے نظریہ کو تمام علماء، فقہاء اور متکلمین نے قبول نہیں کیا اور اسے اسلامی اور شیعہ توحید نہیں سمجھا جا سکتا۔

4. مکتب امامیہ کو انحراف سے بچانے کی ضرورت

برصغیرِ پاک و ہند میں صوفیت کے گہرے اثرات کی بدولت تمامیت خواہی اور شدت پسندی اذہان میں رچی ہوئی ہے۔ چنانچہ بعض صوفی مزاج لوگ ولایتِ فقیہ کو غلط رنگ دے کر ایک تمامیت خواہ آئیڈیالوجی کے طور پر پیش کرتے رہتے ہیں۔ آقائے مشکینی نے امام خمینی کے سامنے غلو کرتے ہوئے اُن کو آئمہ اطہارؑ سے ملا دیا تو انہوں نے گلہ کرتے ہوئے فرمایا:

"میں سب سے پہلے آقائے مشکینی سے شکوہ کروں گا۔ ہم جتنے اپنے آپ میں الجھے ہوئے ہیں وہی کافی ہے۔ ایسی باتیں نہ کریں جو ہمارے اندر اکٹھی ہو جائیں اور ہمیں پیچھے دھکیل دیں۔ ہمارے لئے دعا کریں کہ ہم ظواہرِ اسلام پر عمل کر لیں۔[68]"

رہبرِ شہید سید علی خامنہ ای کا فرمانا ہے:

"جب کچھ لوگ امیر المؤمنین علیؑ کا نام یا حضرت ولی العصرؑ کا نام لے کر پھر اسی لَے میں میرا نام بھی لیتے ہیں تو اس حقیر کا بدن لرز جاتا ہے۔ وہ نورانی ہستیاں ہم لوگوں سے جو ظلمت میں ڈوبے ہوئے ہیں، بہت فاصلہ رکھتی ہیں۔ ہم اسی آلودہ دنیا کی پیداوار ہیں۔ ہم کہاں اور ان کا غلام قنبر کہاں؟ ہم کہاں اور کربلا میں امام حسینؑ پر فدا ہونے والا حبشی غلام جون کہاں؟[69]"

اس فتنے کے بارے میں خبردار کرتے ہوئے آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ محمد حسین نجفی ڈھکو صاحب فرماتے ہیں:

"اربابِ علم و معرفت جانتے ہیں کہ لفظ ولی فقیہ نہ قرآن مجید میں موجود ہے اور نہ سرکار محمدؐ وآل محمدؐ کے احادیث کے اندر مذکور ہے، بلکہ اس قسم کے الفاظ نظریۂ ضرورت کے تحت بعض لوگوں نے استعمال کیے ہیں اور رفتہ رفتہ یہ الفاظ معرکہ آرا بن گئے ہیں۔ جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔۔۔ بعض لوگوں نے ولی فقیہ کو اتنا بڑھایا کہ اس کے ڈانڈے نبی و امام سے ملا دیے کہ جو اختیارات نبی و امام کو حاصل ہیں وہی اختیارات ولی فقیہ کو حاصل

---

[68] صحیفۂ امام، جلد 20، صفحہ 394۔

[69] 12 مہر، 1380 شمسی، اصفہان۔

farsi.khamenei.ir/others-report?id=21018

ہیں۔حالانکہ ولایتِ نبیؐ،اَلنَّبِیُّ اَولٰی بِالمُؤمِنِینَ مِن اَنفُسِہِم ۔۔۔۔۔کا مصداق ہے اور امام نبی کے اختیارات کا مالک ہوتا ہے جیسا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ شاہد ہے۔اس طرح امام بے شمار بن جائیں گے۔اور نبی و امام کی عظمت و جلالت کو اتنا بڑھایا کہ ان کے ڈانڈے توحید سے ملا دیے کہ خدا جس طرح کسی کام کا ارادہ کرے تو کن کہتا ہے تو وہ کام ہو جاتا ہے۔اسی طرح نبی و امام کسی کام کا ارادہ کریں تو کن کہتے ہیں اور وہ کام ہو جاتا ہے۔اس طرح خدا پندرہ بن جائیں گے(العیاذ باللہ لاالہ الااللہ)۔[70]"

شیعہ علماء کے لباس میں تصوف کا پرچار کرنے والوں کے بارے میں ڈھکو صاحب ان الفاظ میں خبردار کرتے ہیں:

"دوسری صدی سے لے کر دسویں صدی تک جن لوگوں کا نام تذکرۃ الاولیاءِ شیخ عطار میں،اور تصوف کی حقیقت از پرویز وغیرہ میں،اولین صوفیاء یا مشہور صوفیاء کے عنوان کے تحت کیا گیا ہے انہی لوگوں کا تذکرہ جناب شہید مطہری کی کتاب سیر و سلوک اور کتاب اسلامی علوم کا تعارف میں عرفاءِ اسلام کے عنوان سے کیا گیا ہے۔ جن میں سے دو تین نام چھوڑ کر باقی سب اگر دشمنِ اہلِ بیتؑ نہیں ہیں تو کم از کم منکرِ ولایتِ اہلِ بیتؑ تو ضرور ہیں۔[71]"

---

[70] دقائقِ اسلام،جولائی–اگست،2019ء۔

[71] اقامۃ البرہان، صفحہ 108۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

”عرفان بافوں نے شیعہ علمائے اعلام کے فتاویٰ سے خوفزدہ ہو کر عرفان کی آغوش میں پناہ لی ہے۔ ورنہ دنیا جانتی ہے کہ ابن عربی کی کتاب فصوص الحکم کی شرح لکھنے والے اور اس کی تحریرات کی تاویلات کرنے والے صوفی نہیں تو اور کیا ہیں؟[72]“

اہلِ علم کیلئے لازم ہے کہ صوفیوں کی لفظی چورن فروشی اور ان کی نت نئی بدعات کے بارے میں آگاہی پھیلائیں۔ رسول اللہؐ کا فرمان ہے:

إِذَا ظَهَرَتِ اَلْبِدَعُ فِي أُمَّتِي فَلْيُظْهِرِ اَلْعَالِمُ عِلْمَهُ فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اَللَّهِ[73].

ترجمہ: ”جب میری امت میں بدعتیں ظاہر ہونے لگیں تو عالم کو اپنا علم ظاہر کرنا چاہیئے۔ پس جو ایسا نہ کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔“

بقولِ جالب:

ظلمت کو ضیا صر صر کو صبا بندے کو خدا کیا لکھنا
پتھر کو گہر دیوار کو در کرگس کو ہما کیا لکھنا
ابلیس نما انسانوں کی اے دوست ثنا کیا لکھنا
ظلمت کو ضیا صر صر کو صبا بندے کو خدا کیا لکھنا

---

[72] اقامۃ البرہان، صفحہ 111۔

[73] اصولِ کافی، جلد 1، صفحہ 54۔

ضمیمہ: تصوف کے بارے میں معاصر شیعہ مراجع کے فتاویٰ

1. آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد کاظم یزدی

آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد کاظم یزدی (متوفی 1919ء) نے اپنی کتاب العروۃ الوثقی میں ان صوفیوں کی نجاست کا فتویٰ دیا ہے جو عقیدۂ وحدت الوجود کے لوازمات سے ملتزم ہوں:

«و أمّا المجسّمة و المجبّرة و القائلين بوحدة الوجود من الصوفيّة إذا التزموا بأحكام الإسلام، فالأقوى عدم نجاستهم إلّا مع العلم بالتزامهم بلوازم مذاهبهم من المفاسد.»

ترجمہ: ''جسمِ الٰہی کے قائلین یا جبرِ محض کے ماننے والے یا صوفیوں میں سے وہ جو وحدت الوجود کے قائل ہیں، اگر احکامِ اسلام کے پابند ہوں تو بہتر یہی ہے کہ ان کو نجس نہ سمجھا جائے۔ مگر یہ کہ مفاسد میں سے ان کے اپنے مذہب کے لوازمات میں مبتلا ہو جانے کا بھی علم ہو جائے۔''

آیۃ اللہ العظمیٰ سید محسن الحکیم (متوفی 1970ء) حاشیے میں لکھتے ہیں:

«أما القائلون بوحدة الوجود من الصوفية فقد ذكرهم جماعة، ومنهم السبزواري في تعليقته على الاسفار، قال:

> "والقائل بالتوحيد إما أن يقول بكثرة الوجود والموجود جميعاً مع التكلم بكلمة التوحيد لساناً، واعتقاداً بها إجمالا، وأكثر الناس في هذا المقام. وإما أن يقول بوحدة الوجود والموجود جميعا، وهو مذهب بعض الصوفية. وإما أن يقول بوحدة الوجود وكثرة الموجود، وهو المنسوب إلى أذواق المتألهين. وعكسه باطل. وإما أن يقول بوحدة

الوجود والموجود في عين كثرتهما، وهو مذهب المصنف والعرفاء الشامخين. والأول: توحيد عامي، والثالث: توحيد خاصي، والثاني: توحيد خاص الخاص، والرابع: توحيد أخص الخواص ."

أقول: حسن الظن بهؤلاء القائلين بالتوحيد الخاص والحمل على الصحة المأمور به شرعا، يوجبان حمل هذه الأقوال على خلاف ظاهرها، وإلا فكيف يصح على هذه الأقوال وجود الخالق والمخلوق، والآمر والمأمور والراحم والمرحوم؟! وما توفيقي الا بالله عليه توكلت واليه أنيب .»[74]

ترجمہ: ''جہاں تک وحدت الوجود کا عقیدہ رکھنے والے صوفیوں کا تعلق ہے تو ان کا تذکرہ ایک گروہ نے کیا ہے، جن میں ملاہادی سبزواری بھی ہے جو اسفارِ اربعہ پر اپنے حاشیے میں لکھتا ہے:

'توحید کا عقیدہ رکھنے والا یا تو کثرتِ وجود و موجود کا اقرار کرنے کے ساتھ توحید کا اقرار کرتا ہے اور اس پر اجمالی ایمان رکھتا ہے۔ اکثر لوگ ایسے ہی ہیں۔ یا وہ وحدتِ وجود و موجود کا قائل ہے جو بعض صوفیوں کا نظریہ ہے۔ یا وہ وحدتِ وجود اور کثرتِ موجود کا قائل ہے اور اس کے برعکس کو باطل سمجھتا ہے، یہ یونانی الہٰیات دانوں کے ذوق سے منسوب ہے۔ یا وہ وجود و موجود کی وحدت در عینِ کثرت کا قائل ہے، یہ مصنف (سبزواری) اور بلند پایہ عرفاء کا عقیدہ ہے۔ پہلا نظریہ عوام کی توحید ہے۔ تیسرا توحیدِ خاصی ہے۔ دوسرا نظریہ خاص الخاص توحید ہے اور چوتھا نظریہ اخص الخواص کی توحید ہے۔'

---

[74] آیۃ اللہ العظمیٰ سید محسن الحکیم، مستمسک العروۃ الوثقیٰ، الطبعۃ الثالثۃ، جلد 1، ص 391، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

میں کہتا ہوں: ان خاص عقیدۂ توحید رکھنے والوں پر حسنِ ظن کرنے اور اسے شریعت کے احکام سے ہم آہنگ ماننے کا لازمہ یہ ہے کہ ان کی باتوں کو ظاہری معنوں کے خلاف سمجھا جائے۔ ورنہ خالق و مخلوق اور آمر و مامور اور راحم و مرحوم کے وجود پر یقین رکھ کر ان باتوں کو کیسے درست کہا جاسکتا ہے؟ مجھے تو صرف اللہ ہی سے توفیق حاصل ہوتی ہے، میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔"

وحدت الوجود کے باطل لوازمات کی وضاحت کرتے ہوئے امام خمینی (متوفی 1989ء) لکھتے ہیں کہ:

«إن كانت مستلزمة لإنكار أحد الثلاثة»[75]

ترجمہ: "اگر وہ ان تین باتوں (الوہیت، توحید یا رسالت) میں سے کسی ایک کے بھی منکر ہو جائیں۔"

آیۃ اللہ العظمیٰ سیستانی حاشیے میں لکھتے ہیں:

«(من المفاسد): الموجبة للكفر لا مطلقا.»[76]

ترجمہ: "مفاسد میں سے وہ جو موجبِ کفر ہوں، مطلقاً نہیں۔"

---

[75] امام خمینی، تعلیق بر عروۃ الوثقی، ص 37، باب نجاسات، موسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تہران، 1422 ہجری قمری۔
[76] آیۃ اللہ العظمیٰ سیستانی، تعلیقۃ علی العروۃ الوثقی، جلد 1، ص 61۔

من الزنا ولو في مذهبه، ولو كان أحد الأبوين مسلماً فالولد تابع له، إذا لم يكن عن زنا، بل مطلقاً على وجه مطابق لأصل الطهارة.

(**مسألة ١**): الأقوى طهارة ولد الزنا من المسلمين، سواء كان من طرف أو طرفين، بل وإن كان أحد الأبوين مسلماً كما مرّ.

(**مسألة ٢**): لا إشكال في نجاسة الغُلاة[١] والخوارج[٢] والنواصب[٣].

وأمّا المجسّمة والمجبّرة والقائلين بوحدة الوجود من الصوفيّة إذا التزموا بأحكام الإسلام، فالأقوى عدم نجاستهم إلّا مع العلم بالتزامهم بلوازم[٤] مذاهبهم[٥] من المفاسد[٦].

---

١. إن كان غلوّهم مستلزماً لإنكار أحد الثلاثة أو الترديد فيه، وكذا في الفرع الآتي. (**خميني**).

ـ بل خصوص من يعتقد الربوبية لأمير المؤمنين عليه السلام أو لأحد من بقية الأئمّة الاطهار عليهم السلام. (**خوئي**).

ـ نجاستهم منوطة برجوع غلوّهم واستلزامه لانكار أحد الثلاثة وجحودها. (**صانعي**).

ـ إذا كان الغلوّ مستلزماً لإنكار واحد من الثلاثة بالمعنى الذي مرّ. (**لنكراني**).

ـ الغلاة طوائف مختلفة العقائد فمن كان منهم يذهب في غلوه إلى حدّ ينطبق عليه التعريف المتقدّم للكافر حكم بنجاسته دون غيره، وكذا الحال في الطوائف الآتية. نعم الناصب محكوم بالنجاسة على أي تقدير، وكذا السابّ إذا انطبق عليه عنوان النصب. (**سيستاني**).

٢. على الأحوط لزوماً إذا لم يكونوا من النصاب. (**خوئي**).

ـ الخوارج على قسمين ففيهم من يعلن بغضه لأهل البيت عليهم السلام فيندرج في النواصب وفيهم من لا يكون كذلك وإن عدّ منهم؛ لاتباعه فقههم، فلا يحكم بنجاسته. (**سيستاني**).

٣. والمراد من الناصب ليس مجرّد إظهار العداوة والبغضاء كما يظهر من الفرع الآتي، بل الاعتقاد بكون العداوة من شؤون الدين و فرائض الشريعة. (**لنكراني**).

٤. إن كانت مستلزمة لإنكار أحد الثلاثة. (**خميني**).

٥. مع كون الالتزام مستلزماً لانكار أحد الثلاثة وجحوده. (**صانعي**).

٦. وكانت المفاسد راجعة إلى إنكار واحد من الثلاثة. (**لنكراني**).

ـ الموجبة للكفر لا مطلقاً. (**سيستاني**).

2. آیۃ اللہ العظمیٰ حاج میرزا جواد تبریزی

سوال: عرضِ سلام اور آداب کے بعد ربِ جلیل سے حضرتِ عالی کی سلامتی اور شیعیت کی خدمت کی توفیقات میں اضافے کی دعا ہے۔ مندرجہ ذیل دو سوالوں کے بارے میں جناب کی رائے درکار ہے:

1۔ ایسے افراد[77] کے عقائد کے بارے میں پوچھنا ہے جو کہتے ہیں کہ: ''خدائے بلند مرتبہ کی ذات، بذاتہٖ ان معلومات اور ان کے حقائق کی صورت میں تجلی کرتی ہے۔ پس ان معلومات اور ان کی حقیقت کی صورت میں ظاہر ہونا ذات الٰہی کا تقاضا اور مظاہر میں واجب الوجود کو ظاہر کرنے کی قابلیت کی وجہ سے ہے۔''

یا وہ یہ کہتے ہیں کہ: ''ان ذات الٰهیه ہی الذی تظهر بصور العالم و ان اصل تلک الحقائق و صورہا تلک الذات''.

ترجمہ: ''بے شک اللہ ہی کائنات کی صورت میں ظاہر ہوا اور وہی ذات اس کی سب حقیقتوں اور صورتوں کی جڑ ہے۔''

یا اس بات کے قائل ہیں: ''فما عبد غیر الله فی کل معبود اذ لا غیر فی الوجود''.

ترجمہ: ''جتنے معبودوں کو لوگ پوجتے ہیں وہ کب اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت ہے؟ کائنات میں اللہ کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔''

---

77 آغا حسن زادہ آملی، وغیرہ

''فكل ما تدركه فهو وجود الحق فی اعيان الممكنات. فالعالم متوہم ما له وجود حقيقی.[78]و ہذا معنی الخيال''.

ترجمہ: ''ہم جس چیز کا بھی علم حاصل کرتے ہیں وہ ممکنات میں چھپا حق تعالیٰ کا وجود ہی ہوتا ہے۔ یہ کائنات سب مایا ہے، حقیقت میں وجود نہیں رکھتی۔ یہی اس خیال کا معنی ہے۔''

اور اپنے اشعار میں یہ کہتے ہیں:

یکی شمسِ حقیقت می درخشد در ہمہ عالم

تعینہای امکانی بود مانند روزنہا

بہ جز یکتا جمال حُسنِ مطلق نیست در ہستی

حَسَن را چشمِ حق بین است و حق گویند روشنہا

ترجمہ: ''ساری کائنات میں حقیقت کا ایک ہی سورج چمک رہا ہے۔ امکانی تعینات کی حیثیت چھیدوں کی سی ہے جن سے روشنی چھن کر آرہی ہے۔ کائنات میں حُسن مطلق کا ایک ہی جمال ہے۔ حسن زادہ آملی کی آنکھ حق کو دیکھ سکتی ہے اور روشن لوگ تو سچ ہی بولتے ہیں۔''

اور یہ کہ:

---

[78] ملا صدرا، اسفارِ اربعہ، جلد 2، صفحات 293، 294۔

وجود اندر کمالِ خویش ساری است

تعین ہا امورِ اعتباری است

امورِ اعتباری نیست موجود

عدد بسیار و یک چیز است موجود

ترجمہ: ''وجود اپنے کمال میں جاری و ساری ہے۔ تعینات اعتباری ہیں۔ اعتباری چیزیں موجود نہیں ہیں۔ تعدد بہت ہے لیکن موجود صرف ایک چیز ہے۔''

یا یہ کہتے ہیں کہ:

گویند کہ کنہ ذات نتوان یافت

ما یافتہ ایم کہ کنہ ذاتش مائیم

ترجمہ: ''کہتے ہیں کہ ذاتِ خدا کا راز کوئی نہیں پا سکتا۔[79] ہم نے تو یہ پالیا ہے کہ اس کی ذات کا راز ہم ہیں۔''

وہ قائل ہیں کہ: ''کائنات وجودِ مطلق کی تجلی سے عبارت ہے جو خود کو تعیناتِ کونیہ کے لباس میں چھپائے ہوئے ہے۔ اعیاناً و اجساماً، غیباً و شہوداً، جبروتاً و ملکوتاً و ملکاً''.

آخر کار وہ اس عقیدے کا اظہار کرتے ہیں کہ:

---

[79] توحید صدوق، 26/70؛ کنز العمال 5705

"اگر غور کریں تو کائنات میں جو کچھ بھی ہے واجبِ الوجود ہے اور ممکن الوجود کے ہونے کی بات صرف سر گرمی ہے۔"

1: اسلام کی رُو سے اوپر ذکر کردہ عقائد کی کیا حیثیت ہے؟

2: وحدت الوجود پر ایمان رکھنا کیسا ہے؟

خدا آپ کا سایہ دیر تک مومنین کے سروں پر قائم و دائم رکھے۔

آپ کا ادنیٰ شاگرد

جواب: بسمہٖ تعالیٰ، اگر یہ معلوم ہو کہ یہ لوگ اپنے مذہب کے لوازمات کے پابند ہیں تو یہ نجاست اور کفر کا حکم رکھتے ہیں۔ واللہ العالم

شماره: ۱۲۹۰۲
تاریخ ورود برگ:
تاریخ جواب استفتاء: ۱۴۲۸/۸/۲۲

مرجع بزرگوار حضرت مستطاب آیةالله العظمی حاج شیخ جواد تبریزی دامت توفیقاته

پس از تقدیم سلام و مراتب تحیّت، سلامتی و توفیقات روز افزون حضرتعالی را در راه خدمت به تشیّع از ربّ جلیل آرزومندم، غرض از تصدیع، نظر جنابعالی را در مورد دو سئوال زیر خواستارم:

۱ـ معتقدات افرادی که می‌گویند: ذات خدای بلند مرتبه به ذاته، به صورتهای این معلومات و حقایق آنها متجلّی می‌شود، پس ظاهر شدن وی به صورتهای این معلومات و حقایق آنها، بنابر اقتضاء ذات و قابلیت مظاهر برای ظهور واجب است.

یا اینکه می‌گویند: ان الذّات الالهیّة هی الّتی تظهر بصور العالم و انّ اصل تلک الحقایق و صورها تلک الذّات.

یا قائلند به اینکه: فما عبد غیرالله فی کل معبود اذ لا غیر فی الوجود.

فکل ما تدرکه، فهو وجود الحقّ فی اعیان الممکنات، فالعالم متوهّم، ماله وجود حقیقیٌ و هٰذا معنی الخیال.

و در اشعار خود چنین سروده‌اند:

یکی شمس حقیقت می‌درخشد در همه عالم   تعیّنهای امکانی بود مانند روزنها
به جز یکتا جمال حُسن مطلق نیست در هستی   رخ حَسن را چشم حق‌بین است و حق گویند روشنها

—

وجود اندر کمال خویش ساری است   تعیّن‌ها امور اعتباری است
امور اعتباری نیست موجود   عدد بسیار و یک چیز است موجود

—

گویند که کُنه ذات حق نتوان یافت   ما یافته‌ایم که کُنه ذاتش، مائیم

و قائلند که: عالم عبارت از تجلّی وجود مطلق است بر خود در کسوت تعیّنات کونیّه، اعیاناً و اجساماً غیباً و شهوداً جبروتاً و ملکوتاً و ملکاً.

و بالاخره معتقدند که: چون به دقّت بنگری، آنچه در دار وجود است، وجوب است و بحث در امکان برای سرگرمی است.

عقائد فوق الذّکر از نظر اسلام چگونه است؟

۲ـ اعتقاد به وحدت وجود چگونه است؟

ادام الله ظلّکم علیٰ رئوس المؤمنین

شاگرد کوچک شما

بسمه تعالی اگر مراتب ملتزم به لوازم فاسده مذهبشان می‌باشند محکوم به کفر و نجاست اند والله العالم

جواد التبریزی

3. آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی

سوال-1: بعض ویب سائٹس پر آپ سے یہ منسوب ہے کہ آپ صاحبِ فصوص الحکم کے عرفان کی تائید کرتے ہیں۔اس سلسلے میں اپنی نظر سے آگاہ فرمائیں؟

جواب: اعتقادی معارف کے بارے میں میرا عقیدہ بزرگ علمائے امامیہ والا ہے کہ عقائد کو آیاتِ قرآن اور فرامینِ معصومین علیہم السلام سے حاصل کیا جائے۔ اور ابن عربی جیسے عرفان کی ہم تائید نہیں کرتے۔[80]



باسمه تعالی

محضر مبارك آية الله العظمى آقای سیستانی دام ظله العالی

با اهداء تحیات وافره به عرض عالی می رساند :

با توجه به مطالب منسوب به حضرتعالی در بعضی از سایتها مبنی بر تأیید (عرفان صاحب فصوصی) تقاضا می شود نظر شریف را در این رابطه اعلام فرمائید .

بسمه تعالی

اینجانب در ارتباط با معارف اعتقادی به روش اکابر علمای امامیه (قدس الله اسرارهم) که مطابق با آیات قرآن مجید و روایات اهل بیت عصمت و طهارت (علیهم السلام) می باشد معتقد بوده و روش فوق الذکر را تأیید نمی نمایم .

علی حسینی سیستانی

۸/ محرم الحرام

۱٤۳۳ هـ

---

[80] https://www.sistani.org/persian/archive/427/

سوال-2: انسان کیلئے اپنے نفس سے جہاد، روح کو مہذب بنانا اور اسے اخلاقی برائیوں اور آلودگی سے پاک کرنا کیسے ممکن ہے؟ شرعی ریاضتوں کا پابند کیسے ہوا جا سکتا ہے؟ کیا کسی کو مرشد بنائے بغیر ان ریاضتوں کی پابندی ممکن ہے؟ جبکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ متعدد کتب کے مطالعے، تقریروں کو سننے، مراقبے اور سخت کوشش کے باوجود تزکیۂ نفس ممکن نہیں ہو سکا اور میں خود کو ناامید اور سرگرداں پاتا ہوں۔ جنابِ عالی سے گذارش ہے کہ میری رہنمائی فرمائیں۔

جواب: اپنا دھیان رکھنے اور شرعی ریاضتیں بجالانے کیلئے کسی مرشد کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہی کافی ہے کہ توضیح المسائل کے مطابق عمل کیا جائے اور غیر شرعی لذتوں سے پرہیز کی جائے۔ جائز خواہشات سے پرہیز ضروری نہیں ہے، اگرچہ افراط سے بچنا چاہئے۔ [81]

---

[81] alseraj.net/fitwa/13704-2

«السؤال: كيف يمكن للانسان ان يجاهد نفسه و يهذب روحه ليطهرها من الرذائل والتلوثات الاخلاقية؟.. وكيف له أن يمارس الريضات الشرعية؟.. وهل يمكنه ممارسة تلك الرياضات الشرعية بدون معلم مع العلم بانه يقرأ كثير من الكتب ويستمع الى المحاضرات ويراقب نفسه ويحاول، ولكن يشعر انه غير قادر على تهذيب نفسه، لذا يشعر باليأس والضياع و هو يستغيث بسماحتكم لاخراجه من ذلك؟

الجواب: مراقبة النفس والرياضة الشرعية، لايتوقفان على معلم ومرشد، فيكفي أن يعمل بما في الرسالة العملية ويجاهد نفسه بترك الملذات غير المشروعة، وأما المشروعة فلاموجب لتركهما من غير إفراط. »

سوال-3: ایک عرصے سے دیکھنے میں آیا ہے کہ کچھ نوجوان کچھ گروپس میں شامل ہو کر عرفان اور کشف و شہود کے نام پر بزعمِ خود ریاضتوں کے ذریعے روحانی طاقتوں کے حصول، برزخی آنکھ کھلنے، انخلاع روح، تجرید، ارواح کے ساتھ رابطے، جن کو حاضر کرنے جیسے کاموں میں پڑے ہوئے ہیں۔ایسی حرکتیں کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: کسی مومن کا ان کاموں میں مشغول ہونا درست نہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض کام یا حرام ہیں یا ان میں حرمت کا شبہہ موجود ہے۔

باسمه تعالی

محضر حضرت آیة ا... سیستانی (دامت برکاته)

مدّتی است برخی از جوانان با جذب شدن در بعضی از گروهها اعمالی از قبیل (انخلاع روح «موت اختیاری» - تجرید - ارتباط با ارواح - إحضار أجنّه - ریاضت برای رسیدن به قدرتهای ماورائی و دارا شدن چشم برزخی و غیره) را به أسم عرفان و کشف و شهود انجام می دهند، حکم فقهی انجام اینگونه أعمال چیست؟

نبی ا... شیری - مازندران

بسمه تعالی شأنه

مناسب نیست که مؤمن به این امور اشتغال پیدا کند بلکه بعضی از آن افعال شبهه حرمت یا أحیاناً حرمت دارد.

۲ ربیع المولود

سوال-4: بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب مرجعِ اعلیٰ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی دام ظلہ !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آئے دن کچھ افراد عرفان، صفائے باطن، روحانی مقامات اور قربِ الٰہی کے مبلغ بن کر دینی مدارس کے طلاب اور کالج یونیورسٹی کے جوانوں کے پاس آتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ معاشرے کو اذکار و اوراد سکھا کر اور خاص محفلیں سجا کر معرفت کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔ ایسے میں کچھ جوان ان کا یقین کر لیتے ہیں اور کچھ ان چیزوں کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کیا ان کے دعوؤں، باتوں اور ان کے خاص دستور العمل پر اعتبار کرنا درست ہے؟ یا ان سے دوری اور پرہیز کرنا واجب ہے؟ خدا سے آپ کی عزت و سربلندی میں روز افزوں اضافے کیلئے دعا گو ہیں۔

طلابِ مدارسِ دینیہ کا ایک گروہ

جواب: بسمہٖ تعالیٰ

اس میں شک نہیں کہ ہر مومن پر تزکیہ و تہذیبِ نفس، اخلاقی برائیوں سے پرہیز، بری صفات کو ترک کرنا اور اخلاقِ حسنہ اور صفاتِ حمیدہ کو اپنانا واجب ہے تاکہ خداوند تبارک و تعالیٰ کی اطاعت اور گناہوں سے دوری کو ممکن بنایا جاسکے۔ اس کا واحد راستہ قرآنِ کریم و سنتِ شریفہ میں آنے والے دستور العمل پر چلنا ہے۔

جیسے کہ موت اور دنیا کے فنا ہونے کو یاد رکھنا۔ آخرت کے مراحل، جیسے برزخ، قبر سے اٹھنے، حشر و حساب، خدا کے حضور انسان کے اعمال کی پیشی کو یاد رکھنا۔ اور اسی طرح جنت کی خوبصورتی اور اسکی نعمتوں اور جہنم کے عذاب اور انسانی اعمال کے اخروی آثار پر غور کرنا۔ یہ چیزیں انسان کو تقوائے الٰہی اور اطاعتِ خداوند تبارک و تعالیٰ

کی راہ پر چلنے اور گناہوں اور غضبِ الٰہی سے دور رہنے میں مدد کرتی ہیں۔ جیسا کہ انبیاءؑ اور اوصیائے الٰہیؑ نے ان چیزوں سے خبر دار کیا ہے اور نسل در نسل آنے والے علمائے ربانی نے ان پر عمل کیا ہے۔ یہ راستہ بڑا واضح اور روشن ہے اور اس میں کوئی خفیہ راز نہیں ہیں۔

کسی شخص کی دینداری اور خدا سے قربت کا اندازہ اس کے اعمال اور کردار کی ان ہدایات کے ساتھ ہم آہنگی اور مطابقت سے ہوتا ہے۔ لوگوں کو حق و حقیقت کے پیمانے پر پرکھنا چاہیئے۔ جو حق و حقیقت کو شخصیات کے زاویئے سے سمجھنا چاہے گا، فتنے میں مبتلا ہو کر راہِ راست سے ہٹ جائے گا۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے مومنین کو جاہلوں، بے خبروں اور نفس کی خواہشات کے مارے ہوئے علماء نما لوگوں سے، کہ جو اپنے گرد لوگوں کو اکٹھا کر لیتے ہیں، خبردار کیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"فتنوں کے وقوع کا آغاز وہ نفسانی خواہشیں ہوتی ہیں جن کی پیروی کی جاتی ہے اور وہ نئے ایجاد کردہ احکام کہ جن میں قرآن کی مخالفت کی جاتی ہے۔ اور جنہیں فروغ دینے کیلئے کچھ لوگ دین الٰہی کے خلاف باہم ایک دوسرے کے مددگار ہو جاتے ہیں۔ تو اگر باطل حق کی آمیزش سے خالی ہوتا تو وہ ڈھونڈنے والوں سے پوشیدہ نہ رہتا اور اگر حق باطل کے شائبہ سے پاک و صاف سامنے آتا تو عناد رکھنے والی زبانیں بھی بند ہو جاتیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ کچھ ادھر سے لیا جاتا ہے اور کچھ ادھر سے اور دونوں کو آپس میں خلط ملط کر دیا جاتا ہے۔ اس موقع پر شیطان اپنے دوستوں پر چھا جاتا ہے اور صرف وہی لوگ بچے رہتے ہیں جن کیلئے توفیق الٰہی اور عنایت خداوندی پہلے سے موجود ہو۔"[82]

---

[82] نہج البلاغہ، خطبہ 50، ترجمہ: مفتی جعفر حسین اعلیٰ اللہ مقامہ

جن لوگوں میں مندرجہ ذیل علامات پائی جائیں ان کے معرفت کے دعوے باطل ہیں:

تزکیۂ نفس میں خدا کی ہدایت کے برخلاف غلو کرنا، دوسروں کو بھی اس میں غلو کی تلقین کرنا، احکامِ شرعی کے اخذ کرنے میں فقہائے جعفریہ کے ہاں معروف روش پر چلنے کی ضرورت محسوس نہ کرنا، باطنی طریقوں سے احکامِ اسلام اور ان کے ضوابط کی سمجھ بوجھ کے دعوے کرنا، لازمی اہلیت پیدا کئے بنا فتوے دینا اور ابتدائی درجے کے طالب علموں کی معصومیت سے ناجائز فائدہ اٹھانا!

جو ان کے ساتھ چل پڑیں، یہ لوگ ان کی تعریفوں کے پل باندھتے ہیں، اور جو کوئی ان کے جتھے سے الگ ہو، اس پر بدترین تہمتیں، افتراء اور گندے الزامات لگاتے ہیں۔ یہ خوابوں پر یقین رکھتے ہیں۔ مکاشفوں اور خاص روحانی حالت میں مشاہدات ہونے کے قائل ہوتے ہیں۔ عام روش سے ہٹ کر لباس پہننا بھی ایسے لوگوں کی ایک نشانی ہو سکتی ہے۔ یہ لوگ بعض روایات کا سہارا لے کر بھی یہ کام کرتے ہیں لیکن ان امور میں دوسرے پہلوؤں سے غافل ہوتے ہیں جو فقہاء کے موردِ نظر ہیں۔

ان کی مزید علامات میں دین میں بدعت کو شامل کرنا اور خاص ریاضتیں بجا لانا ہیں جن کا انبیاءؑ اور اوصیاءؑ کے قول و فعل میں کوئی معتبر مدرک نہیں ہوتا۔ یہ حضرات ادلۂ سنن میں تسامح کے قاعدے کا بہانہ بنا کر اپنے دعوؤں میں ایسی چیزوں کو بنیاد بناتے ہیں کہ جن کا کوئی معتبر مآخذ نہیں ہوتا۔

یہ دوسرے ادیان و اقوام کے زیرِ اثر موسیقی، غناء اور نامحرموں کے میل جول کے احکام میں نرمی پیدا کرتے ہیں۔ ایسوں کی ایک نشانی نامعلوم مالی ذرائع یا کسی سے خفیہ اور مشکوک رابطے بھی ہو سکتی ہے۔ بہرحال ان کے احوال سمجھدار مومنین سے مخفی نہیں رہتے۔

عام مؤمنین، کہ اللہ انہیں اپنی نیک مرادیں پانے میں کامیاب کرے، کو ہماری نصیحت یہ ہے کہ ایسے دعوے کرنے والوں سے جلدی متاثر نہ ہوا کریں۔ دین کا معاملہ اللہ کے ہاتھ ہے۔ جو کوئی ہدایت کے امامؑ کی اتباع کرے، اسے کے ساتھ محشور ہو گا اور اس کا راستہ جنت کی طرف جا رہا ہے۔ جو گمراہوں کی پیروی کرے گا وہ ان کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور آگ میں ڈالا جائے گا۔

پس سبھی پر واجب ہے کہ اپنے سے پچھلوں کے حالات پر غور کریں تا کہ جان سکیں کہ کیسے کثیر تعداد میں لوگ اس قسم کے افراد کی پیروی میں گمراہ ہوئے۔ خداوند تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ سب کو اہلِ بدعت کی پیروی اور نفسانی خواہشات کے شر سے محفوظ رکھے اور علمائے ربانی کی پیروی میں شریعت کے سیدھے راستے پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

انہ ولی التوفیق

والسلام علیکم و علی جمیع اخواننا المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

28 ربیع الاول 1432ھ-

علی الحسینی السیستانی[83]

[83] https://www.sistani.org/arabic/archive/257/

بسم الله الرحمن الرحيم

سماحة المرجع الديني الأعلى آية الله العظمى السيد علي السيستاني دام ظله

السلام عليكم و رحمة الله و بركاته ، و بعد : فانه يظهر بين الحين و الآخر اشخاص في وسط الشباب في الحوزات العلمية او غيرها يدّعون انهم يتصفون بالعرفان و صفاء الباطن و يزعمون لانفسهم مقامات في القرب من الله سبحانه و تعالى و يقولون ان رسالتهم هي توجيه المجتمع الى الله بالاذكار و الاوراد و المجالس الخاصة ، و لوحظ انه قد يستجيب لهم جمع من الشباب تصديقاً لدعاويهم ، في حين ينظر آخرون الى هذه التصرفات و الحركات بعين الريبة و الشك ، فهل يجوز الاعتماد على اصحاب هذه الدعاوى و الثقة بهم و العمل بوصاياهم و الاستجابة لهم ، او يجب الحذر منهم و الابتعاد عنهم ؟ أفتونا مأجورين و حفظكم الله عزاً و مناراً .

جمع من طلاب الحوزات العلمية

بسمه تعالى : لا شك في انه ينبغي لكل مؤمن العناية بتزكية النفس وتهذيبها عن الخصال الرذيلة والصفات الذميمة وتحليتها بمكارم الاخلاق ومحامد الصفات استعداداً لطاعة الله تعالى وحذراً من معصيته ، الا ان السبيل الى ذلك ما ورد في الكتاب العزيز والسنة الشريفة من استذكار الموت وفناء الدنيا وعقبات الآخرة من البرزخ والنشور والحشر والحساب والعرض على الله تعالى ، وتذكر اوصاف الجنة ونعيمها واهوال النار وجحيمها وآثار الاعمال ونتائجها ، فان ذلك مما يعين على تقوى الله سبحانه وتعالى وطاعته والتوقي عن الوقوع في معصيته ومخالفته كما اوصى به الانبياء والاوصياء عليهم السلام وعمل به العلماء الربانيون جيلاً بعد جيل ، وهذا طريق واضح لا لبس فيه ، ولا عذر لمن تخلف عنه ، وانما يعرف حال المرء بمقدار تطابق سلوكه مع هذا النهج وعدمه ، فان الرجال يعرفون بالحق ومن عرف الحق بالرجال وقع في الفتنة وضل عن سواء السبيل . وقد حذر امير المؤمنين (ع) عن بعض اهل الجهل ممن يبتدع بهواه اموراً ويزعم انه من العلماء ويجمع حوله فريقاً من الجهال قائلاً ((انما بدء وقوع الفتن اهواء تتبع واحكام تبتدع يخالف فيها كتاب الله ويتولى عليها رجال رجالاً على غير دين الله ، فلو ان الباطل خلص من مزاج الحق لم يخف على المرتادين ، ولو ان الحق خلص من لبس الباطل لانقطعت عنه ألسن المعاندين ، ولكن يؤخذ من هذا ضغث ومن هذا ضغث فيمزجان ، فهنالك يستولي الشيطان على اوليائه وينجو الذين سبقت لهم من الله الحسنى)) . ومن علائم اهل الدعاوى الباطلة مبالغتهم في تزكية انفسهم على خلاف ما امر الله تعالى به وتوجيه الآخرين الى التعلق بهم والاستغناء عن المناهج المعروفة لدى الفقهاء في استنباط الاحكام الشرعية ودعوى الوقوف عليها وعلى ملاكاتها من طريق الامور الباطنية والتصدي للفتيا من غير استحصال الاهلية لها واستغلال المتدينين في التعليم والتعلم ، والموالاة الخاصة لمن اذعن بهم والمعاداة مع من لم يجر على طريقتهم والوقيعة فيمن انسلخ منهم بعد الايمان بهم وسلوك سبل غير متعارفة للامتياز عن غيرهم من اهل العلم وعامة الناس والمبالغة في الاعتماد على المنامات وما يدعون ترائيه لهم في الحالات المعنوية والتميز في اللبس والزي و المظهر عن الآخرين ، تمسكاً في بعضه بانه عمل مأثور من غير ملاحظة الجوانب الثانوية التي تقدرها الفقهاء في مثل ذلك . ومن تلك العلائم الابتداع في الدين والتوصية بالرياضات التي لم تعهد من الانبياء والاوصياء (ع) والاستشهاد فيما يدعى استحبابه الى ما ورد في مصادر غير موثوقة تذرعاً بالتسامح في ادلة السنن ، وايضاً التأثر باهل الملل والاديان الاخرى والتساهل في ما يعد ضرباً من الموسيقى والالحان الغنائية المحرمة ، وجواز اختلاط الرجال بالنساء ، والاعتماد على مصادر رجالية غير معروفة وارتباطات غامضة مريبة الى غير ذلك مما لا يخفى على المؤمن الفطن .

وانا نوصي عامة المؤمنين وفقهم الله تعالى لمراضيه بالتثبت وعدم الاسترسال في الاعتماد على مثل هذه الدعاوى ، فان هذا الامر دين يدان الله تعالى به ، فمن اتبع امام هدى حشر خلفه وكان سبيله الى الجنة ومن اتبع امام ضلال حشر معه يوم القيامة وساقه الى النار ، وليتأمل الجميع في هذا حال من كانوا قبلهم كيف وقع الكثير منهم في الضلال لاتباع امثال من ذكر ، نسأل الله تعالى ان يجنب الجميع البدع والاهواء ويوفقنا للعمل بشرعه الحنيف مقتدين بسيرة العلماء الربانيين انه ولي التوفيق . والسلام عليكم وعلى جميع اخواننا المؤمنين ورحمة الله وبركاته

٢٨ / ع١ / ١٤٣٢هـ

علي الحسيني السيستاني

سوال-5: کیا یہ کہنا کہ امام علیؑ یاامام حسینؑ خالقِ کون و مکان یا جاعلِ آسمان ہیں، یازندگی و موت دیتے ہیں، غلو ہے؟وہ غلو جس سے احادیث میں روکا گیا ہے؟

جواب: ہاں یہ بات غلو ہے جس سے آئمہؑ نے برات کی ہے۔ بعض مخصوص موارد میں اللہ کے اذن سے خلق کرنے یاحیات دینے کی نسبت آئمہؑ کی طرف دیناغلو نہیں ہے۔اس کی مثالیں قرآن میں انبیاءؑ کے لئے آئی ہیں۔



بسم الله الرحمن الرحيم

سيدنا المفدى المرجع الأعلى سماحة آية الله العظمى السيد السيستاني مد ظله

سلام عليكم ورحمة الله وبركاته

هل القول بأن الامام علي (ع) أو الامام الحسين (ع) هو خالق الأكوان أو جاعل السماوات أو أنه هو يحيي الخلق ويميتهم من الغلو المنهي عنه في الروايات الشريفة الثابتة؟ ودمتم ذخرا للإسلام والمسلمين.

بسمه تعالى

نعم هو من الغلوّ الذي تبرّأ منه ائمة أهل البيت (عليهم السلام)، وليس منه إسناد الخلق او الاحياء اليهم في بعض الموارد الخاصة بإذن الله تعالى، نظير ما ورد في القرآن الكريم بالنسبة الى بعض الانبياء (على نبينا وآله وعليهم السلام).

٨ صفر
١٤٤٥هـ

4. آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ لطف اللہ صافی گلپائگانی

سوال-1: جنابِ عالی سے دستور العمل کی درخواست ہے تاکہ میرے لئے کوئی مکاشفہ ہو، چاہے معمولی سا ہی ہو، کہ ان شاءاللہ میرے لئے قلبی اطمینان کا باعث ہو۔

جواب: میرے بیٹے! اپنی جوانی اور ذمہ داری کی زندگی کے آغاز میں ہی قرآنِ مجید، احادیثِ شریفہ اور معتبر دعاؤں، جیسے صحیفۂ سجادیہ، سے دستور العمل لو۔ کشف اور مکاشفہ کے چکروں میں نہ پڑو، کہ جس کا بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں۔ اپنے قیمتی وقت اور عمر کو ضائع نہ کرو۔

کیا اتنے مشاہدات تمہارے لئے کافی نہیں ہیں؟ خدا کی اتنی آیات اور نشانیاں ہیں اور وہ انکشافات ہیں کہ جن تک انسانی عقل کائنات کی خلقت میں تفکر کے ذریعے پہنچی ہے۔ زمین، آسمان، سورج، چاند، سیاروں کے نظاموں، کہکشاؤں، انسان، حیوانات، متحرک موجودات، پودوں کی وسیع دنیا، اور خود تمہارا اپنا وجود، یہ سب حقائق کے کشف و شہود کا وسیلہ ہیں۔

معارف اور خداشناسی میں کچھ ایسا نہیں جو چھپا ہوا راز ہو کہ جسے مکاشفے سے حاصل کیا جاسکے۔ خود اپنے آپ میں، اپنی خلقت میں، عجائبِ عالمِ خلقت میں اور حق و حقیقت کے ان کثیر اسرار اور علامتوں میں غور و فکر کرو کہ یہ سب مکاشفہ ہی ہے۔ اپنی آنکھوں سے جو دیکھتے ہو، اس میں کیا کمی ہے؟ یہ جو اتنی زیادہ کھلی آیات کو دیکھتے ہو، یہ عالمِ غیب کے دلائل اور نشانیاں نہیں ہیں جو خواب اور مکاشفے کے ذریعے خدا کو پہچاننا اور عقیدے کو پکا کرنا چاہتے ہو؟

کدام برگ درخت است، اگر نظر داری

کہ سرِپاک الہیٰ در آن نہ محجوب است

اتنے طرح طرح کے درخت اور مزید ار اور خوبصورت پھل، اتنی کلیاں اور رنگا رنگ پھول،

برگِ درختان سبز در نظرِ ہوشیار

ہر ورقش دفتری است معرفت کردگار

دیکھو اور سوچو، کتابِ خلقت کا مطالعہ کرو۔ خشکی اور پانی کے عجائبات، انسان کی صلاحیتیں، جڑی بوٹیوں اور جمادات کے خواص، ان سب پر غور کرو۔ یہ سبھی کشف، انکشاف اور شہود ہے۔

خدا نے اپنے آپ کو اپنی قدرت و حکمت کے آثار کے ذریعے سب کے سامنے ظاہر کر دیا ہے۔ اس کائنات کے اجزاء اور اعضاء کا ہر چھوٹا سا حصہ کشف و شہود کی ایک بڑی کتاب ہے کہ انسان اگر چاہے، تو دیکھے اور خدا کی تسبیح کرے۔ قرآن فرماتا ہے:

«وَ فِي الأَرْضِ آياتٌ لِلْمُوقِنِينَ وَ فِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلا تُبْصِرُون.»(سورہ ذاریات، آیات 21،20)

ترجمہ: ”اور زمین میں یقین والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔ اور خود تمہاری ذاتوں میں، تو کیا تم دیکھتے نہیں؟“

کیا ان سب بے شمار آیات، جو قرآن فرما رہا ہے، سے مکاشفہ حاصل نہیں ہوتا؟ آخر کیوں نیند جیسی حالت میں مکاشفے کے پیچھے جائیں اور خلقِ آسمان و زمین میں تفکر سے مکاشفے اور کشف کو حاصل نہ کریں کہ جو حقیقی مکاشفہ ہے اور صوفیوں اور عارفوں والا مصنوعی مکاشفہ نہیں ہے؟

آفاقِ انفس کی سیر، کائنات کا علم، حیوانات اور انسانوں کے بارے علم، پانی، مٹی اور پودوں کا علم حاصل کرنا، یہ سب مکاشفے کا وسیلہ ہے۔ دور جانے کی کیا ضرورت، خود شناسی بھی کشف ہے۔

«مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ »[84]

ترجمہ: "جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچانا۔"

تو یی تو، نسخہ صنع الہیٰ

بجواز خویش ہر چیزی کہ خواہی

اگر سب انسانوں کی عقل کو ایک شخص کے حوالے کر دیں کہ صدیوں تک اپنے آپ میں فکر کرے، تو بھی یہ سفر ختم نہ ہو گا۔

کشف اور مکاشفہ یہ ہے کہ فرمایا: جو کچھ بھی دیکھو اور جو کچھ ظاہر میں دیکھو، اس کے باطن کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ حقیقی مکاشفہ اس قسم کی آیات میں تامل کرنا ہے:

«إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ . الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.»[85]

---

[84] عوالی اللئالی، جلد 4، صفحہ 142۔

[85] سورہ آل عمران، آیات 191,190

ترجمہ: ”بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم تبدیلی میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ جو کھڑے اور بیٹھے اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب! تو نے یہ سب بیکار نہیں بنایا۔ تو پاک ہے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔“

اس راستے میں جو اہم ہے اور زیادہ تر انسان کو کامیاب کرتا ہے، عبادت کا اہتمام کرنا اور احکامِ دین کو بجا لانا اور آئمۂ طاہرین علیہم السلام کی ہدایات کی پابندی کرنا اور تقویٰ و پرہیز گاری اور گناہوں اور مکروہات سے بچنا ہے۔

امید ہے کہ آپ عزیز نوجوان علم و عمل اور اخلاق و انسانیت کے بلند مقام تک پہنچنے میں کامیاب ہوں گے۔ اور خصوصاً امامِ زمان و قطبِ عالمِ امکان، ہمارے مولا حضرت بقیۃ اللہ المہدی ارواح العالمین لہ الفداء، کو نہ بھولیں کہ ان کی برکت سے آج کائنات قائم ہے۔ اور کوشش کریں کہ اپنے اعمال اور کردار سے آنحضرتؑ کو راضی اور خوشنود کریں کہ یہی آرزوؤں کی چوٹی ہے۔ [86]

---

[86] آیۃ اللہ العظمیٰ صافی گلپائیگانی، ”معارفِ دین“، جلد سوم، سوال 265، صفحات 329–332، دفتر تنظیم و نشر آثار آیۃ اللہ العظمیٰ صافی گلپائیگانی، قم، 1391 شمسی۔

سوال-2: کیا تخصصی علوم کی طرح، جیسا کہ علمِ حدیث ہے کہ جس میں کسی ماہر سے اجازت لینے کی ضرورت ہوتی ہے، آئمہ طاہرین علیہم السلام سے مذکور اذکار کے بیان میں بھی کسی سے اذن لینا لازم ہے؟

جواب: دعائیں پڑھنے میں یہی کافی ہے کہ انسان دعاؤں اور اذکار کو معتبر کتب سے پڑھے، مثلاً مفاتیح الجنان، علامہ مجلسی کی کتب، شیخ طوسی کی کتابِ مصباح، وغیرہ۔ نیز کسی خاص بندے کی رائے لینا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ بعض دستور العمل کہ جن کو صوفیوں اور بعض دوسروں نے مشہور کر رکھا ہے کہ جن میں کسی سے اجازت لینا ضروری سمجھا جاتا ہے، بے بنیاد ہیں اور ان میں سے کچھ تو بدعت اور حرام ہیں۔ غرض یہ کہ لازم ہے کہ دعا اور عبادت اور وظائف کا اسلوب، شریعت اور حضراتِ معصومین علیہم السلام کے ذریعے ہم تک پہنچا ہو۔ لوگوں کی ذاتی اختراعات کی پیروی نہیں کرنی چاہیئے۔[87]

---

87 آیۃ اللہ العظمیٰ صافی گلپائگانی، ''معارفِ دین''، جلد سوم، سوال 224، صفحہ 275، دفتر تنظیم و نشر آثار آیۃ اللہ العظمیٰ صافی گلپائگانی، قم، 1391 شمسی۔

سوال-3: میں ایک ایسا جوان ہوں جو وسیع دینی مطالعہ کر چکا ہے، لیکن جتنا اس میں آگے جاتا ہوں اتنا ہی اپنی خود شناسی اور خدا شناسی میں نقص پاتا ہوں۔ میری رہنمائی کیجئے!

جواب: آپ کے سوال کے جواب میں جس نکتے پر توجہ کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے بقول آپ اپنی اور اپنے خدا کی معرفت حاصل نہیں کر پا رہے۔ یہ ایک بڑی گہری بات ہے کہ انسان اپنی حقیقت کے ادراک سے قاصر ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

«مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ »[88]

ترجمہ: "جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچانا۔"

اس حدیث کی دس سے زیادہ (درست) تفاسیر کی گئی ہیں جو سبھی علمی اور معرفت بخش ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ خدا کی ذات کے کنہ کو سمجھنا اور جاننا، اپنے آپ کو سمجھنے سے وابستہ قرار دیا گیا ہے اور اس کی غرض یہ ہے کہ جیسا کہ انسان کیلئے اپنے آپ کو حقیقی طور پر سمجھنا ممکن نہیں اسی طرح خدا کی حقیقت اور اس کے کنہ کی معرفت بھی ممکن نہیں ہے۔ جیسا کہ یہ با معرفت شاعر کہتا ہے:

تو کہ در علم خود زبون باشی

عارفِ کردگار چون باشی

یعنی تم کہ جو اپنی شناخت میں عاجز ہو، خدا کو کیونکر سمجھ سکتے ہو؟

---

88 بحار الانوار، جلد 2، باب 9، حدیث 22۔

لیکن بہر حال انسان اپنے بارے میں علم رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ وہ ہے، اور اپنے ہونے کا انکار نہیں کر سکتا۔ خدا کو بھی اسی حد تک پہچانا جا سکتا ہے کہ وہ ہے اور اس نے کائنات کو بنایا ہے اور اس کے ہونے کا انکار ایسا ہی ہے جیسا اپنے ہونے کا انکار کر دیا جائے۔

اس کے علاوہ یہ بھی جان لیں کہ خداوند متعال کی شناخت میں خدا کی آیات میں غور و فکر کرنا، آسمان و زمین اور بے شمار اصناف اور مخلوقات کی خلقت، کہ جن میں عجائب چھپے ہیں، اور ان کی ایک دوسرے سے مناسبت اور موافقت، ان کے اعضاء کا تناسب اور ایسی چیزیں کہ اگر انسان کروڑوں سال عمر کرے پھر بھی ان کا حساب نہیں لگا سکتا اور ان کو شمار نہیں کر سکتا اور ان کے سبھی اسرار کو سمجھنے سے عاجز و ناتوان ہے، یہ سب جاننا انسان کے اندر خدا کے علم و قدرت کی معرفت میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ اس آیت میں غور کریں اور اپنی معرفت کی تکمیل کا راستہ پا لیں:

«إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ.»[89]

ترجمہ: ”بے شک آسمان اور زمین کے بنانے اور رات اور دن کے آنے جانے میں عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔“

[89] سورہ آلِ عمران، آیت 190

میرے خیال میں آپ نے ممکنہ حد تک خدا کی پہچان حاصل کر لی ہے۔ لیکن چونکہ معرفت کے بہت سے مراتب و درجات ہیں، لہٰذا انسان جتنا زیادہ آگے جائے اتنا ہی اپنے ادراک کو کم اور خدا کی آیات اور اس کی عظمت کی نشانیوں کو زیادہ سمجھتا ہے۔[90]

[90] آیۃ اللہ العظمیٰ صافی گلپائگانی، ''معارفِ دین''، جلد سوم، سوال 9، صفحات 50–51، دفتر تنظیم و نشر آثار آیۃ اللہ العظمیٰ صافی گلپائگانی، قم، 1391 شمسی۔

سوال-4: کیا خدا کی ذات اور مخلوقات دراصل اپنے وجود کی حقیقت میں اشتراک اور کسی قسم کی سنخیت رکھتی ہیں؟ جیسا کہ سورج کی روشنی اور اس کے مراتب کی مثال دی جاتی ہے؟

جواب: خالق و مخلوق میں کوئی ذاتی سنخیت نہیں ہے۔ صریح آیتِ شریفہ «لَیْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ»[91] اور صریح احادیث میں خالق و مخلوق کی ذات و صفات میں مکمل بے گانگی اور بینونت بیان ہوئی ہے۔ مثلاً ان احادیث میں:

«تنزه عن مجانسة مخلوقاته»[92]

«ان الله خلو من خلق و خلقه خلو منه»[93]

«لا یلیق بالذي ہو خالق کل شئ الا ان یکون مبایناً لکل شئ متعالیاً عن کل شئ»[94]

«مباینته ایاہم مفارقته لہم»[95]

«کنہه تفریق بینه و بین خلقه»[96]

«ہو باین من خلقه محیط بما خلق علماً و قدرة و احاطة و سلطاناً»[97]

---

91 سورہ شوریٰ، آیت 11

92 دعائے صباح از امیر المؤمنین علیہ السلام۔

93 کافی، جلد 1، صفحہ 82۔

94 توحید مفضل، صفحہ 179۔

95 امالی شیخ مفید، مجلس 30۔

96 توحید شیخ صدوق، باب التوحید و نفی التشبیہ۔

97 توحید شیخ صدوق، باب القدرة۔

سوال-5: کیا خداوند کی صفات عینِ ذات ہیں؟ ازل میں جب خدا کے سوا کچھ نہ تھا، کیا خدا صفتِ فعل رکھتا تھا یا صرف صفتِ ذات تھی؟

جواب: خدا کی صفاتِ ذاتیہ عینِ ذات ہیں، یعنی علم، قدرت، حیات، وغیرہ۔ صفاتِ ذاتیہ اسکی ذات کا غیر یا زائد بر ذات نہیں، بلکہ خود ذاتِ خدا ہیں۔ یہ اسکی ذات کا غیر نہیں، جیسا کہ اشاعرہ غلط فہمی میں انکو الگ قرار دیتے ہیں۔ یہ صفاتِ فعلیہ کے بر خلاف ہے جو عینِ ذات کی صفت نہیں، جیسا کہ خالق اور رازق ہونا، کیونکہ خدا کو خالق و رازق کہنا خلق اور رزق بنیاد پر ہے جو حادث ہیں اور قدیم نہیں ہیں۔ خدا کو خالق اور رازق کہا جاتا ہے اور یہ صفت خلق، رزق اور دوسرے افعال پر قدرت سے الگ ہے۔ قادر ہونا ذاتی صفت ہے۔ خلق و رزق پر قادر ہونا، خلق کرنے اور رزق دینے سے الگ ہے، جو کہ حادث ہیں۔ دوسرے لفظوں میں خدا کی فعلی صفات اسکی عین ذات نہیں ہیں اور ان پر فعل کے صدور کا اطلاق ہوتا ہے، آفرینش، پیدا کرنا، رزق و روزی دینا، وغیرہ۔ اس معنی کی وضاحت کیلئے یہی کافی ہے کہ جان لیں کہ سبھی اشیاء خدا کی خلق اور اسکا فعل ہیں، یہ نہ تھیں اور خدا کے فعل سے وجود میں آئیں۔ یہ ہونا اور خلق، خدا کا کام ہے اور خدا ان افعال کا فاعل ہے۔ خالق، مصور، رازق، قابض، محیی، ممیت، رحمان اور رحیم جیسے نام، جن کا ان پر اطلاق ہوتا ہے، اسمائے افعال الہیٰ ہیں۔ وگرنہ سبھی صفاتِ فعلیہ اصل میں صفاتِ ذاتیہ تک پہنچتی ہیں۔ ان سب افعال پر قادر ہونا ذاتِ خدا کی صفت ہے۔ چنانچہ حقیقت میں خدا پر قدرت کا اطلاق جیسے ہوتا ہے، رازق اور خالق ہونے کا اطلاق ویسے نہیں ہوتا۔ اسمائے افعال کی بابت یہ شعر صادق آتا ہے:

عباراتنا شتي و حسنك واحد

وكل الي ذلك الكمال يشير

سوال-5: خدائے متعال اور ممکنات پر موجود کا اطلاق مشترکِ معنوی ہے یا مشترکِ لفظی؟ دوسرے لفظوں میں وجود اور ہونا خدا جل اسمہ اور مخلوقات کے مابین مشترکِ لفظی ہے یا معنوی؟

جواب: ان معنوں میں مشترکِ معنوی ہے کہ خدا ہے اور موجود ہے، انسان، فرشتہ، پہاڑ، سمندر، وغیرہ بھی ہیں اور موجود ہیں۔ ہونا، وجود اور موجود جیسے الفاظ سب کیلئے ایک ہی معنیٰ میں استعمال ہوئے ہیں اور ان سب موارد میں موجودگی کی بات ہوئی ہے۔ فرق یہ ہے کہ خدا کا موجود ہونا ذاتی ہے اور باقی چیزوں کی موجودگی بالغیر اور خدا کی طرف سے ہے۔ بہرحال یہاں خبر کینونت اور موجودگی کے بارے میں دی جارہی ہے۔ ان قضایا میں کینونت موضوع کے تفاوت کے حساب سے محمول ہے یا محمل علیہ الکینونۃ ہے۔

لیکن ان معنوں میں اشتراکِ معنوی کہنا کہ یہ سب الگ الگ موجودات حقیقت میں وجود ہیں اور ان میں فرق صرف مراتب و قوت و ضعف اور تقدم وتأخر کا ہے، جیسا کہ اصالتِ وجود کے قائل بعض نام نہاد فلسفی کہتے ہیں، صریح آیتِ شریفہ «لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٞ»[98] سے منافاتِ تام رکھتا ہے۔ کیونکہ ذات و حقیقت میں مثل ہونا واضح ترین مثلیت ہے۔

البتہ اشتراکِ لفظی کے ساتھ اگر واجب اور ممکن کا تسمیہ (label) یوں استعمال کیا جائے کہ تسمیہ ذاتی جداگانگی رکھنے والوں کیلئے مستقل اور ان کی ہویت اور ذات کے مطابق ہو، ایسے میں وجود اور موجود کے اطلاق کا مشترکِ لفظی ہونا درست ہے۔ یہ اطلاق اگر لغوی طور پر درست ہو تو اپنے آپ میں کوئی اشکال نہیں رکھتا۔ دارومدار صرف اس بات پر ہے کہ یہ تسمیہ اہلِ زبان کے ہاں استعمال ہوتا ہو۔

---

[98] سورہ شوریٰ، آیت 11

سوال-6: کیا نظریۂ وحدتِ وجود عقل اور شرعی نصوص کے مطابق ہے یا نہیں؟

جواب: خدا کی غیرِ خدا موجودات سے جداگانگی کی نفی، اس دوگانگی کی نفی اور وحدتِ شخصی کے تحقق کے معنوں میں وحدتِ وجود باطل ہے۔ یہ قرآن کی بسم اللہ سے لے کر والناس تک کی نصوص اور سنت اور متواتر احادیث کی نصوص کے خلاف ہے۔ اگر کوئی یہ عقیدہ رکھتا ہو تو اس پر واجب ہے کہ قرآن اور اہلبیتؑ سے رجوع کر کے توبہ کرے۔ وحدتِ وجود کا ایک اور معنی یہ ہے کہ خدا کائنات کی روح ہے اور کائنات اس کا جسم ہے۔ اس بنیاد پر خدا کل ہے اور اجزائے عالم سے اس کی نسبت روح اور بدن کے تعلق کی ہے۔ اس کا ایک اور مفہوم یہ ہے کہ در حقیقت جو کچھ کائنات میں محقق ہے خدا ہے اور سب وہی ہیں اور وہ سب کچھ ہے۔ یہ سب تعبیرات باطل اور خلافِ وجدان اور کتاب و سنت میں موجود تصریحات کے مخالف ہیں۔[99]

---

[99] آیۃ اللہ العظمیٰ صافی گلپائگانی، ''معارفِ دین''، جلد سوم، سوال 9، 19–22، صفحات 50، 51، 63تا66، دفتر تنظیم و نشر آثار آیۃ اللہ العظمیٰ صافی گلپائگانی، قم، 1391 شمسی۔

سوال-7: فلسفی بحثوں کے شوقین حضرات بعض ایسی روایات کا حوالہ دیتے ہیں جو اعتقادی اور الٰہی موضوعات میں گہری کھوج لگانے والوں کی مدح پر مبنی ہیں۔اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی مدح کی گئی ہے جو عرفانی فلسفے میں مگن ہیں اور مسائلِ تصوف میں مہارت رکھتے ہیں۔اس معاملے میں آپ کا مؤقف کیا ہے؟

جواب: کہنا تو یہ چاہیئے کہ یہ روایت جس سے یہ سوچ کر استناد کیا جا رہا ہے کہ اس میں وجودِ خدا اور ذاتِ الٰہی کی حقیقت کی کھوج لگانے والوں کی مدح کی گئی ہے، اس میں ایسا کچھ نہیں ہے۔ الٹا ترکِ تعمق کی ترغیب دی گئی ہے اور ذاتِ پروردگار کے کنہ کی جستجو کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے۔

آپ اگر شیخ صدوق کی کتابِ توحید میں اس حدیث کو پڑھیں تو وہاں یہ آیا ہے:

«إن الله عز وجل علم أنه يكون في آخر الزمان أقوام متعمقون فأنزل الله عز وجل (قل هو الله أحد * الله الصمد) والآيات من سورة الحديد – إلى قوله: (وهو عليم بذات الصدور) فمن رام ما وراء هنالك هلك.»[100]

یعنی بے شک خدائے بزرگ و برتر جانتا تھا کہ آخری زمانے میں گہرائی میں اترنے والا گروہ آئے گا، چنانچہ اس نے سورۂ توحید اور سورۂ حدید کی وہو علیم بذات الصدور تک کی آیات نازل کیں، پس جو اس سے ماوراء جانے کی کوشش کرے وہ ہلاک ہو گا۔

---

100 شیخ صدوق، ''التوحید''، باب أدنی مایجزئ من معرفة التوحید، صفحہ 283، حدیث 2۔

اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چونکہ مستقبل اور آخری زمانے میں، مسلمان معاشرے میں یونانی فلسفے کے سرایت کرنے اور نام نہاد عرفانی تخیلات کے رواج سے، الٰہیات میں تعمق کا رجحان جنم لے گا۔ لٰہذا یہ آیات اسلئے نازل ہوئی ہیں تاکہ مسلمان ان پر اکتفا کریں۔ ایسی بحثوں میں غوطے نہ لگائیں جن کی کوئی تہہ نہیں ہے۔

یہ آیات اس لئے نازل ہوئی ہیں کہ مسلمانوں کیلئے درس اور خداشناسی کا نصاب ہوں اور وہ ان میں بیان شدہ حدود کی پابندی میں رہیں۔ جو لوگ ان حدوں کو پامال کریں گے، ان کیلئے ہلاکت ہے۔

اس کے علاوہ بھی بعض روایات میں اللہ کی معرفت کے معاملے میں تعمق کی مذمت کی گئی ہے۔ نہج البلاغہ کے خطبۂ اشباح میں علم میں راسخ لوگوں کا یوں تعارف کرایا گیا ہے:

«فَمَا دَلَّكَ الْقُرْاٰنُ عَلَيْهِ مِنْ صِفَتِهٖ فَائْتَمَّ بِهٖ وَ اسْتَضِئْ بِنُوْرِ هِدَايَتِهٖ، وَ مَا كَلَّفَكَ الشَّيْطٰنُ عِلْمَهٗ مِمَّا لَيْسَ فِى الْكِتَابِ عَلَيْكَ فَرْضُهٗ، وَ لَا فِىْ سُنَّةِ النَّبِىِّ ﷺ وَ اَئِمَّةِ الْهُدٰى اَثَرُهٗ، فَكِلْ عِلْمَهٗ اِلَى اللهِ سُبْحَانَهٗ، فَاِنَّ ذٰلِكَ مُنْتَهٰى حَقِّ اللهِ عَلَيْكَ. وَ اعْلَمْ اَنَّ الرَّاسِخِيْنَ فِى الْعِلْمِ هُمُ الَّذِيْنَ اَغْنَاهُمْ عَنِ اقْتِحَامِ السُّدَدِ الْمَضْرُوْبَةِ دُوْنَ الْغُيُوْبِ، الْاِقْرَارُ بِجُمْلَةِ مَا جَهِلُوْا تَفْسِيْرَهٗ مِنَ الْغَيْبِ الْمَحْجُوْبِ، فَمَدَحَ اللهُ اعْتِرَافَهُمْ بِالْعَجْزِ عَنْ تَنَاوُلِ مَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِهٖ عِلْمًا، وَ سَمّٰى تَرْكَهُمُ التَّعَمُّقَ فِيْمَا لَمْ يُكَلِّفْهُمُ الْبَحْثَ عَنْ كُنْهِهٖ رُسُوْخًا، فَاقْتَصِرْ عَلٰى ذٰلِكَ، وَ لَاتُقَدِّرْ عَظَمَةَ اللهِ سُبْحَانَهٗ عَلٰى قَدْرِ عَقْلِكَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْهَالِكِيْنَ.»

ترجمہ: جن صفتوں کا تمہیں قرآن نے پتہ دیا ہے (ان میں) تم اس کی پیروی کرو اور اسی کے نور ہدایت سے کسبِ ضیا کرتے رہو۔ جو چیزیں کہ قرآن میں واجب نہیں اور نہ سنت پیغمبرؐ و آئمہ ہدیٰ میں ان کا نام و نشان

ہے اور صرف شیطان نے اس کے جاننے کی تمہیں زحمت دی ہے، اس کا علم اللہ ہی کے پاس رہنے دو۔ یہی تم پر اللہ کے حق کی آخری حد ہے۔

اس بات کو یاد رکھو کہ علم میں راسخ و پختہ لوگ وہی ہیں کہ جو غیب کے پردوں میں چھپی ہوئی ساری چیزوں کا اجمالی طور پر اقرار کرتے (اور ان پر اعتقاد رکھتے) ہیں، اگرچہ ان کی تفسیر و تفصیل نہیں جانتے۔ یہی اقرار انہیں غیب پر پڑے ہوئے پردوں میں درانہ گھسنے سے بے نیاز بنائے ہوئے ہے۔ اللہ نے اس بات پر ان کی مدح کی ہے کہ جو چیز ان کے احاطہ علم سے باہر ہوتی ہے اس کی رسائی سے اپنے عجز کا اعتراف کر لیتے ہیں۔ اللہ نے جس چیز کی حقیقت سے بحث کرنے کی تکلیف نہیں دی اس میں تعمق و کاوش کے ترک ہی کا نام رسوخ رکھا ہے۔ لہٰذا بس اسی پر اکتفا کرو اور اپنے عقل کے پیمانہ کے مطابق اللہ کی عظمت کو محدود نہ بناؤ، ورنہ تمہارا شمار ہلاک ہونے والوں میں قرار پائے گا۔ [101]

---

[101] نہج البلاغہ، خطبۂ اشباح، 89، صفحہ 229، ترجمہ: مفتی جعفر حسین اعلیٰ اللہ مقامہ، معراج کمپنی، لاہور، 2003ء۔

سوال-8: کیاذات الٰہی میں تفکر سے سبھی افراد کو عمومی طور پر روکا گیا ہے، حتیٰ ان اہلِ دانش کو بھی جو عمیق نظری مباحث میں مہارت سے داخل ہو سکتے ہوں؟ یہ نہی ارشادی ہے یا مولوی؟

جواب: یہ نہی سبھی انسانوں کیلئے ہے۔ وإن الملأ الأعلى يطلبونه كما تطلبونه أنتم.[102] یہ نہی ارشادی بھی ہے اور مولوی بھی، اور دونوں پہلوؤں کی ضمانت دیتی ہے۔ ارشاری ممانعت یوں ہے کہ ذاتِ باری تعالٰی میں تفکر کا نتیجہ علم و معرفت میں اضافے کی شکل میں نہیں نکلتا۔ مولوی ممانعت اس لئے ہے کہ ذاتِ خداوند پر غور کرنا گمراہی کا سبب بن سکتا ہے۔[103]

---

[102] بحارالانوار، جلد66، باب37۔

[103] آیۃ اللہ العظمیٰ صافی گلپائگانی، ''معارفِ دین''، جلد سوم، سوال 2، 3، صفحات 36تا38، دفتر تنظیم و نشر آثار آیۃ اللہ العظمیٰ صافی گلپائگانی، قم، 1391شمسی۔

سوال-9: مولانا روم، ابنِ عربی، بایزید بسطامی،۔۔۔، کہ جو عرفان کے پیشواء شمار ہوتے ہیں، کی تعریف و تمجید کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ افراد جو اصطلاحی طور پر عرفاء کہلاتے ہیں، ان میں سے اکثر فکری اور عقیدتی انحراف کا شکار ہیں اور خرافات پر مبنی طریقوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ان کی تحریروں میں ایسی باتیں ہیں جو قرآنِ مجید اور احادیث شریفہ کی نصوص کے خلاف ہیں۔ اگر کچھ لوگ ان کو فاسد عقائد سے پاک قرار دے رہے ہوں تو بھی ان کی آراء مسلمانوں کیلئے حجت کی حیثیت نہیں رکھتیں۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ پچھلی چودہ صدیوں میں یہ افراد اور ان کے نظریات کبھی بھی مذہب اور تشیع کا مآخذ اور پناہ گاہ نہیں رہے۔ تمام ادوار اور زمانوں میں عقائد کے معاملے میں شیعوں کی قیادت کی ذمہ داری ابن بابویہ، انکے فرزند شیخ صدوق، شیخ مفید، شیخ طوسی، علامہ حلی، علامہ مجلسی اور اسی قبیل کے سیکڑوں اور ہزاروں دیگر افراد نے ادا کی ہے۔ انہی کا قول کفر و اسلام کی سرحد کے تعین میں قطعی اور فیصلہ کن رہا ہے۔ اب بھی سیدھا راستہ انہی کا راستہ ہے۔

بہرحال، ان افراد کے بارے میں مزید آشنائی حاصل کرنے کیلئے ان کتابوں کا مطالعہ کریں: خیراتیہ در رد صوفیہ از آقائے وحید بہبہانی، فضائح صوفیہ از آقائے جعفر بہبہانی، نقدی بر مثنوی از آیۃ اللہ علی اکبر مصلائی یزدی و آیۃ اللہ جواد مدرسی یزدی، حدیقۃ الشیعہ از آقائے مقدس اردبیلی، عرفان و تصوف اور جستجو در عرفانِ اسلامی۔[104]

[104] آیۃ اللہ العظمیٰ صافی گلپائگانی، ''معارفِ دین''، جلد سوم، سوال 336، دفتر تنظیم و نشر آثار آیۃ اللہ العظمیٰ صافی گلپائگانی، قم، 1391 شمسی۔

سوال-10: ایک عرصے سے دیکھنے میں آیا ہے کہ کچھ نوجوان کچھ گروپس میں شامل ہو کر عرفان اور کشف و شہود کے نام پر بزعمِ خود ریاضتوں کے ذریعے روحانی طاقتوں کے حصول، برزخی آنکھ کھلنے، انخلاع روح، تجرید، ارواح کے ساتھ رابطے، جن کو حاضر کرنے جیسے کاموں میں پڑے ہوئے ہیں۔ ایسی حرکتیں کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ حرکتیں تائید کے لائق نہیں۔ واللہ اعلم

باسمه تعالی

محضر حضرت آیة ا... صافی گلپایگانی (دامت برکاته)

مدّتی است برخی از جوانان با جذب شدن در بعضی از گروهها اعمالی از قبیل (انخلاع روح «موت اختیاری» ـ تجرید ـ ارتباط با ارواح ـ إحضار أجنّه ـ ریاضت برای رسیدن به قدرتهای ماورائی و دارا شدن چشم برزخی و غیره) را به اسم عرفان و کشف و شهود انجام می دهند، حکم فقهی انجام اینگونه أعمال چیست؟

نبی ا... شیری ـ مازندران

بسم الله الرحمن الرحیم

این کارها مورد تأیید نیست والله العالم. ۲۴ صفر المظفر ۱۴۳۷

سوال-11: ایسی محافل میں شرکت کا کیا حکم ہے جن میں اس قسم کے نظریات کی تبلیغ کی جاتی ہو؟

1۔اللہ تعالیٰ کی ذات کا علم حاصل کرنا ممکن ہے اور انسان خدا تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو سکتا ہے اور اس میں پگھل سکتا ہے اور فنا فی اللہ ہونے کے وقت ایمان اور کفر کا فرق مٹ جاتا ہے اور فرائض معاف ہو جاتے ہیں۔

2 .انسان کی روح ازلی اور ابدی ہے، یہ ہمیشہ سے تھی اور رہے گی۔

3 .تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی ذات کا سایہ اور اس کی کرنیں ہیں۔

4 .افعالی توحید کا مطلب یہ ہے کہ ہم تمام کاموں کو خدا کے کام سمجھیں اور دوسروں کو افعال کی انجام دہی میں شریک نہ سمجھیں۔اور صرف اسی کو فاعل سمجھیں اور انسان کو صرف ایک ہتھیار اور ربطِ محض سمجھیں۔

5.ذات الٰہی کی تجلیات صرف اولوالعزم رسولوںؑ کیلئے مخصوص ہیں اور نبیوںؑ کے ہاں ذاتِ خدا کی تجلی نہیں تھی۔ البتہ حافظ شیرازی ذاتی تجلیات رکھتا تھا۔

جواب: مذکورہ بالا نظریات باطل اور اسلام کی مقدس شریعت کی برحق تعلیمات کے منافی ہیں۔ ان کی نشر و اشاعت کو روکنا واجب اور ان کی ترویج حرام ہے۔ ایسی محافل میں شرکت اور ان کی تائید جائز نہیں ہے۔ [105]

[105] ebnearabi.com/ur/1011

شماره ۴۸۷
تاریخ ۹۶/۵/۱۵

بسمه تعالی

با عرض سلام خدمت مرجع عالیقدر حضرت آیة الله العظمی ....

حکم شرکت در مجالسی که در آن اعتقادات ذیل ترویج داده می‌شود چیست؟

الف- ذات باری تعالی قابل شناخت است و بشر می‌تواند در ذات خداوند متعال فانی و ذوب شود و در زمان فنای فی الله ایمان و کفر برداشته می‌شود و تکالیف ساقط می گردد.

ب- روح انسان ابدی و ازلی است همواره بوده است و خواهد بود .

ج- مخلوقات همگی سایه و اشعه ذات خداوند متعال هستند.

د- توحید افعالی یعنی این که تمام افعال را فعل الله بدانیم و غیر را در افعال شریک ندانیم و فقط او را فاعل بدانیم و انسان را تنها آلت و صرف ربط بدانیم.

هـ - تجلیات ذات مخصوص به رسل اولی العزم است و انبیاء تجلی ذات نداشته‌اند امّا حافظ شیرازی دارای تجلی ذات بوده است.

بسم الله الرحمن الرحیم

علیکم السلام و رحمة الله

مطالب مذکوره باطل و بر خلاف معارف حقه شریعت مقدسه اسلامیه است و جلوگیری از نشر آن واجب است و ترویج آن حرام و شرکت در چنین مجالس و تایید آن جایز نیست والله العالم . ۲۸ ذی القعدة ۱۴۳۸

دفتر استفتائات

سوال-12: جنابِ عالی کی خدمت میں عرضِ سلام اور آداب کے بعد گزارش ہے کہ مشہد شہر میں مدارس کے بعض طلبہ اور عام افراد تصوف کے مسلک میں جذب ہو چکے ہیں اور اس کے ایک خاص شعبے کو عرفان کا نام دے رکھا ہے۔ وہ صوفیوں کے عقائد کی نشر و اشاعت میں زور و شور سے مگن ہیں۔

حضرتِ عالی سے التماس ہے کہ مندرجہ ذیل آراء و نظریات اور یہ جن کتابوں میں آئے ہیں ان کی خرید و فروخت کے بارے میں اپنی رائے سے آگاہ فرمائیں تاکہ حق کے متلاشیوں کو فائدہ ہو:

1۔ لکھتے ہیں: "یہ گل و سنبل، یہ بلبل اور یہ طوطا، یہ کبوتر اور یہ مرغابی، یہ بوٹا اور درخت، یہ ستارہ اور یہ گھاس اور یہ پودا، یہ پانی اور یہ آبشار، یہ بادل اور یہ ہوا اور بارش،۔۔۔ جتنا آپ کا دل چاہے ان چیزوں کو گنتے جائیں یہاں تک کہ آپ کی سانس پھول جائے۔ یہ ایک خدا سے زیادہ کچھ نہیں۔ بس ایک ہے، وحدہٗ لا الہ الا ہو۔"[106]

2۔ اپنے استاد[107] سے نقل کرتے ہیں: "پانی خدا ہے، وضو خدا ہے، کوئی جگہ نہیں جہاں خدا نہ ہو۔"[108]

3۔ "اللہ اپنے اعلیٰ مرتبے میں خالق اور اپنے ادنیٰ مرتبے میں مخلوق ہے۔ بالائی مقام پر حکم دینے والا اور زیریں مقام پر حکم کی تعمیل کرنے والا ہے۔ افق مبین میں رحم کرنے والا ہے اور اسفل السافلین کی حالت میں وہ ہے جس پر رحم کیا جاتا ہے۔"[109]

4۔ "ہم جو دیکھتے ہیں، یا جس کا احساس کرتے ہیں یا جو کچھ ہماری سوچ اور عقل میں آتا ہے، وہ ابداً وجود ہی نہیں رکھتا۔ صرف اللہ جل شانہٗ ہے اور بس۔ ہم عدم ہیں اور ہمارا وجود اس کے وجود کا غیر نہیں۔ ہم عدم ہیں اور ہم

---

[106] محمد حسین طہرانی، اللہ شناسی، جلد 3، صفحہ 311۔

[107] سید ہاشم حداد

[108] محمد حسین طہرانی، روحِ مجرد، صفحہ 70۔

[109] محمد حسین طہرانی، اللہ شناسی، جلد 3، صفحہ 222۔

ہستی نماہیں، اللہ وجودِ مطلق ہے اور ہمارا ہونا اس کا ہونا ہے۔ سب کچھ وہی ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ وحدہٗ لا الہ الا ہو۔"[110]

5۔ "شیطان اللہ کا ایک مطیع اور فرمانبردار مامور ہے جس کی ذمہ داری خبیث کو طیب سے جدا کرنا ہے۔"[111]

6۔ "نفوس پر میرا تسلط امیر المؤمنین علی علیہ السلام جیسا ہے۔ لوگوں کے خیر و شر سے مطلع اور آگاہ ہوں۔ میں اپنے آپ میں امیر المؤمنین علیہ السلام کی صفات دیکھتا ہوں۔"[112]

آپ کیلئے دعا گو

حوزہ علمیہ مشہد کے طلاب کا ایک گروہ

جواب: "کلی طور پر جو کوئی بھی یہ افکار اور عقائد رکھتا ہو اس کے عقائد باطل اور اسلام اور شیعیت کے صحیح عقائد کے خلاف اور گمراہ کن ہیں۔ دینی مدارس کے علماء و فضلاء پر لازم ہے کہ ان لوگوں کی صحیح راستے کی طرف رہنمائی کریں۔ خدائے متعال سب کو آخری زمانے کے فتنوں کے شر سے محفوظ رکھے۔"

اول محرم الحرام، ۱۴۳۷ ہجری

مہر

---

110 محمد حسین طہرانی، اللہ شناسی، جلد 3، صفحہ 205۔

111 محمد حسین طہرانی، اللہ شناسی، جلد 3، صفحہ 120۔

112 محمد صادق طہرانی، نورِ مجرد، صفحہ 329، طبع اول۔

دفتر حضرت آیة الله العظمی صافی گلپایگانی
شماره: ۹۸۶
تاریخ: ۱۳۹ /۰۷/ ۹۴
موضوع: عقاید

بسمه تعالی

محضر مبارک حضرت آیة ... العظمی صافی گلپایگانی دامت برکاته

با عرض سلام و تحیّات وافره نظر به اینکه عدّه‌ای از طلّاب و مردم عادی در شهر مقدّس مشهد جذب مسلک تصوّف شده‌اند و شعبه‌ای خاصّ را با عنوان عرفان تأسیس نموده و در نشر و ترویج عقاید صوفیه همّت گماشته‌اند.

از حضرتعالی تقاضا داریم نظر مبارک خود را در رابطه با آراء و نظریات ذیل و نیز خرید و فروش و نشر کتب مشتمل بر این‌گونه عقاید، اعلام فرمایید تا مورد استفاده حقّ‌جویان قرار گیرد:

۱- نوشته‌اند: «این گل و سنبل، این بلبل و این طوطی، این کبوتر و این مرغابی، این بوته و درخت، این نجم و این گیاه و شجر، این آب و این آبشار، این ابر و این باد و این باران و... آن‌قدر که دلت می‌خواهد از قبیل این‌گونه‌ها بر سر هم کن که تا در صور نفخ بدمد، همه اینها یک خدا بیش نیست یکی است، وحده لا اله الّا هو».

۲- از استادشان نقل می‌کنند: «آب خداست، وضو خداست، جایی نیست که خدا نیست».

۳- حقّ سبحانه و تعالی، خالق است در مرتبه عالی و مخلوق است در مرتبه دانی، آمر است در مقام بالا، مأمور است در مقام پایین، راحم است در افق مبین، مرحوم است در نشاه اسفل السافلین».

۴- «آنچه که می‌بینیم یا احساس می‌کنیم یا به اندیشه و عقل می‌آوریم ابداً وجودی ندارد (و وجود و موجود) فقط حقّ است جلّ شأنه و بس، و ما عدم هستیم و وجود ما غیر از وجود او نیست.

ما عدم‌هائیم و هستی‌ها نما — تو وجود مطلق و هستی ما

که همه اوست و نیست جز او وحده لا اله الّا هو.

۵- «شیطان یک مأمور مطیع و فرمانبر خداست که وظیفه وی جدا کردن خبیث از طیّب است».

۶- «تسلّط من بر نفوس مثل تسلّط امیرالمؤمنین علیه‌السلام است و از خیر و شرّ نفوس مطّلع و آگاهم. من در خودم صفات امیرالمؤمنین علیه‌السلام را می‌بینم».

دعاگوی شما، گروهی از طلّاب حوزه علمیه مشهد

بسم الله الرحمن الرحیم

علیکم السلام و رحمةالله

به طور کلّی اگر کسی دارای این افکار و عقاید باشد، عقاید او باطل و بر خلاف عقاید صحیح اسلام و تشیع است و گمراه‌کننده می‌باشد. بر علماء و فضلای حوزه‌های علمیّه لازم است که آنان را به راه صحیح هدایت نمایند. خداوند همه را از شرور و فتنه‌های آخر الزمان حفظ فرماید. اول محرم الحرام ۱۴۳۷

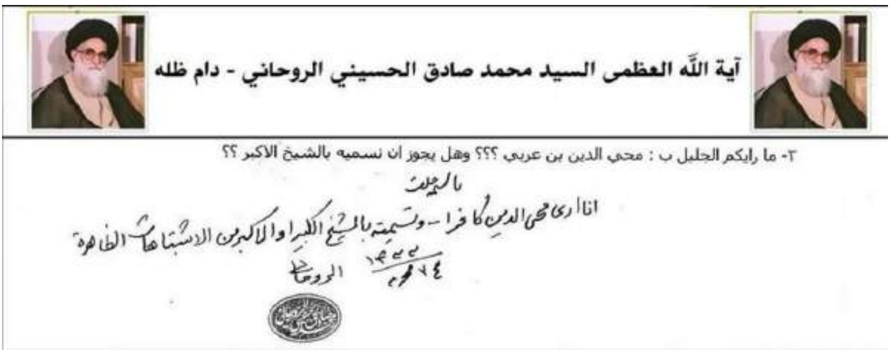
دفتر حضرت آیة الله العظمی صافی گلپایگانی
بخش استفتاءات

5. آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد صادق روحانی

سوال: محیی الدین ابنِ عربی کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ کیا اسے شیخِ اکبر کہنا چاہئے؟

جواب: باسمہٖ جلت اسمائہ،

میری رائے میں محیی الدین ابن عربی کافر ہے۔ اسے شیخِ کبیر یا شیخِ اکبر کہنے کا غلط ہونا ظاہر ہے۔



آية اللّه العظمى السيد محمد صادق الحسيني الروحاني - دام ظله

٢- ما رايكم الجليل ب : محي الدين بن عربي ؟؟؟ وهل يجوز ان نسميه بالشيخ الاكبر ؟؟

باسمه جلت

انا اری محی الدین کافرا - وتسمیته بالشیخ الکبیر او الاکبر من الاشتباهات الظاهرة

الروحانی

سوال: 1۔ فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کے مؤلف ابنِ عربی کے شیعہ ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟

2۔ مذکورہ شخص کی تحریروں میں جو مطالب شیعہ مذہب کی ضروریات کے خلاف ہیں ان کو تقیہ یا استضعاف فکری قرار دیا جاسکتا ہے؟

جواب: بسمہٖ جلت اسماؤہ!

1. ابن عربی اپنی کتاب فتوحاتِ مکیہ میں خود کو امام زمانہؑ کی معرفت سے بے نیاز کہتا ہے۔ خدا کو کلِ اشیاء قرار دیتا ہے۔ معاویہ اور متوکل جیسوں کیلئے ولایتِ ظاہری و باطنی کا قائل ہے۔ اپنے آپ کو انبیاءؑ سے توحید کا امتحان

لینے کے قابل سمجھتا ہے۔ کشف و شہود کی دنیا میں شیعوں کو خنزیر کی شکل میں دیکھنے کا مدعی ہے۔ اس قسم کی خرافات کے بعد اس کے مذہب کے بارے میں کیا شک رہ جاتا ہے کہ یہ سوال پوچھا جائے؟[113]

2. بالکل ممکن نہیں!



۱-نظر مبارک معظم له راجع به ابن عربی صاحب فتوحات و فصوص از جهت تشیع یا عدم ان چیست؟

باسمه جلت اسمائه

محیی الدین ابن عربی در کتاب فتوحات مکیه - خود را مستغنی از شناخت امام زمان (ع) می داند - و خدا را عین همه اشیاء معرفی میکند - و ولایت ظاهر و باطنی برای افرادی چون معاویه و متوکل قائل است - و بجواز اجازه سیدی از انبیاء امتحان توحید بگیرد و همه مردود بداند - و در عالم کشف شهود شیعه را بصورت خنزیر ببیند و غیر اینها از مزخرفات، هنوز درباره او شک دارید که سؤال میکنید

۲-ایا مطالب مندرج در اثار مکتوب وی که معارض با ضروریات مذهب شیعه می باشد را می توان حمل بر تقیه و استضعاف فکری و قصور وی دانست؟

باسمه جلت اسمائه

ابداً ممکن نیست

الروحانی

[113] آیۃ اللہ صادق روحانی، اجوبۃ المسائل، الجزء الثانی، ص 132، مسئلہ 291، قم، 1432 ہجری۔

6. آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ اسحاق فیاض

سوال: ایسی محافل میں شرکت کا کیا حکم ہے جن میں اس قسم کے نظریات کی تبلیغ کی جاتی ہو؟

1۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا علم حاصل کرنا ممکن ہے اور انسان خدا تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو سکتا ہے اور اس میں پگھل سکتا ہے اور فنافی اللہ ہونے کے وقت ایمان اور کفر کا فرق مٹ جاتا ہے اور فرائض معاف ہو جاتے ہیں۔

2 . انسان کی روح ازلی اور ابدی ہے، یہ ہمیشہ سے تھی اور رہے گی۔

3 . تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی ذات کا سایہ اور اس کی کرنیں ہیں۔

4 . افعالی توحید کا مطلب یہ ہے کہ ہم تمام کاموں کو خدا کے کام سمجھیں اور دوسروں کو افعال کی انجام دہی میں شریک نہ سمجھیں۔ اور صرف اسی کو فاعل سمجھیں اور انسان کو صرف ایک ہتھیار اور ربطِ محض سمجھیں۔

5. ذات الٰہی کی تجلیات صرف اولوالعزم رسولوںؑ کیلئے مخصوص ہیں اور نبیوںؑ کے ہاں ذاتِ خدا کی تجلی نہیں تھی۔ البتہ حافظ شیرازی ذاتی تجلیات رکھتا تھا۔

جواب: ان محافل میں شرکت کرنا جائز نہیں سوائے ان لوگوں کے جو ان باتوں کو سمجھتے ہوں اور ان کو رد کر سکتے ہوں۔ اس صورت میں فاسد عقائد کی تردید کی نیت سے شرکت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

با عرض سلام خدمت مرجع عالیقدر حضرت آیة الله العظمی فیاض دامت برکاته

حکم شرکت در مجالسی که در آن اعتقادات ذیل ترویج داده می‌شود چیست؟

الف- ذات باری تعالی قابل شناخت است و بشر می‌تواند در ذات خداوند متعال فانی و ذوب شود و در زمان فنای فی الله ایمان و کفر برداشته می‌شود و تکالیف ساقط می گردد.

ب-روح انسان ابدی و ازلی است همواره بوده است و خواهد بود . .

ج- مخلوقات همگی سایه و اشعه ذات خداوند متعال هستند.

د- توحید افعالی یعنی این که تمام افعال را فعل الله بدانیم و غیر را در افعال شریک ندانیم و فقط او را فاعل بدانیم و انسان را تنها آلت و صرف ربط بدانیم.

هـ- تجلیات ذات مخصوص به رسل اولی العزم است و انبیاء تجلی ذات نداشته‌اند امّا حافظ شیرازی دارای تجلی ذات بوده است.

بسمه تعالی

- شرکت در آن مجالس جایز نیست مگر برای کسانی که اهل خبره و اختصاص در این مسائل هستند و می توانند جواب آنها را بدهند و در اینصورت حضور بقصد ردّ اعتقادات فاسده اشکال ندارد.

۱۶/ ذی القعده ۱۴۳۸هـ.

ملا صدرا کے فلسفے کے بارے میں مرجع محترم نے اپنے درس میں فرمایا:

"رہی فلسفے کی بات، تو جو عرفانی فلسفہ ہے وہ بالکل بے بنیاد ہے۔ انکے ہاں رائج عرفان کشفِ حقائق کا نام ہے۔ وہ اسے واقعیت سے پردہ اٹھانے اور علمِ غیب کے معنوں میں لیتے ہیں، اور ان چیزوں کا دعویٰ کرنے والے لوگ درحقیقت قرآن کی تکذیب کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نص بیان کی ہے کہ علمِ غیب کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا سوائے ان رسولوں کے جن سے اللہ راضی ہو (سورہ جن، آیت 26،27)۔ پس جو عارف علمِ غیب کا دعویٰ کرے وہ کاذب ہے۔ اس نے کتابِ خدا کی تکذیب کی ہے۔

البتہ عمومی فلسفہ جو نظری مباحث سے تعلق رکھتا ہے تو اس کی دو شاخیں ہیں: طبیعیات اور الٰہیات!

جہاں تک اس فلسفے کی طبیعیات (فزکس) کا تعلق ہے تو وہ ساقط ہو چکی ہے اور اس کی ہوا اکھڑ چکی ہے۔ اب سائنس کا علم بالکل بدل کر اپنی بلندی کو چھو رہا ہے۔ دوسری طرف ملا صدرا کے فلسفے کی فزکس صرف اوہام اور تخیلات کا مجموعہ ہے اور اسکی کوئی علمی وقعت نہیں۔

جہاں تک الٰہیات کا معاملہ ہے تو اسکی دو قسمیں ہیں۔ ایک خاص الٰہیات اور ایک عمومی مباحث، عمومی مباحث میں وجود، جوہر و عرض کی بحث ہے۔ واضح ہے کہ اصولِ فقہ کے درس میں یہ مباحث زیادہ گہرائی میں بیان ہوتی ہیں۔ اگرچہ کوئی ایک باب نہیں۔ مگر ملا صدرا کے فلسفے میں جواہر و اعراض کی مباحث قدیم یونانیوں کے فرسودہ خیالات پر باقی ہیں۔ ان میں کوئی ارتقاء نہیں ہوا ہے۔

رہی خالص خدا شناسی کی بات، تو اس میں فلسفی ایسی مشکلات میں پھنسے ہوئے ہیں کہ نکلنا ممکن نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اشیاء کی علتِ تامہ سمجھتے ہیں۔ پس وہ ایسے الجھے ہیں کہ اس سے نکل نہیں پاتے۔

قدیم اور حادث میں علت اور معلول والا تعلق کیسے ہو؟ معلول کو علت سے سنخیت ہونی چاہئے۔ معلول کا علت سے بالکل مختلف ہونا ممکن نہیں ہوتا۔ کسی چیز سے ایسی چیز پیدا نہیں ہو سکتی جو بالکل مختلف ہو۔ اگر خدا کو اشیاء کی علتِ تامہ سمجھا جائے تو اس میں اور اشیاء میں کوئی ذاتی تعلق ڈھونڈنا ہو گا۔

معلول اپنی علت کے ہونے کا ہی ایک درجہ ہوتا ہے۔ گویا معلول علت سے تولد پاتا ہے، اجنبی نہیں ہوتا۔ پس کیسے ممکن ہے کہ علت قدیم ہو مگر معلول حادث ہو۔ لہٰذا خدا کو علت قرار دینے سے وہ خیالی دلدل میں پھنس جاتے ہیں۔ طولی اور عرضی عقولِ عشرہ کا عقیدہ یا وجودِ منبسط، یا وحدتِ وجود و موجود کا فرضی عقیدہ بنا لیتے ہیں۔

یہ سب فضول اوہام کے سوا کچھ نہیں! یہ ایسے تخیلات ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ سے عقلِ اول صادر (پیدا) ہوا، پھر دوسری عقل پیدا ہوئی، وغیرہ، یہ محض خیالی پلاؤ ہے۔ لہٰذا ان کے ہاں الٰہیات کی مخصوص مباحث صرف خیال بافی اور اوہام پرستی پر مشتمل ہیں۔

ان افسانوں سے کوئی دقیق معنی حاصل نہیں ہوتا لہٰذا آدمی کے منحرف ہونے کا بہت امکان ہے۔ مثلاً جبر و تفویض کے مسائل میں یہ حضرات اپنی الجھی ہوئی ڈور کو سلجھا نہیں سکتے۔

اس پہ طرّہ یہ کہ الٰہیات کی مخصوص ابحاث کا تعلق اصولِ دین سے ہے۔ جو دین کی قطعی تعلیمات ہیں۔ ان میں کسی اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اجتہادی معاملات میں تو صغریٰ اور کبریٰ کی تطبیق سے کوئی نتیجہ نکالنے میں ہرج نہیں ہوتا۔ لیکن جب معاملہ ضروریاتِ دین اور قطعی باتوں کا ہو تو اجتہادی طریقہ اپنانے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

شرعی احکام میں بھی جو قطعی باتیں ہوں ان میں اجتہاد نہیں چلتا۔ ایسے احکام میں مقلد اور مجتہد کا کوئی فرق نہیں۔ یہاں ہماری گفتگو کا اختتام ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَل سب کو صحت و عافیت، لمبی زندگی اور انسانیت کی خدمت کی توفیق عطا کرے۔"[114]

[114] ebnearabi.com/ur/307/

7. آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی میلانی

سوال: 1۔ فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کے مؤلف ابنِ عربی کے شیعہ ہونے یانہ ہونے کے بارے میں آپ کی رائے کیاہے؟

2۔ مذکورہ شخص کی تحریروں میں جو مطالب شیعہ مذہب کی ضروریات کے خلاف ہیں ان کو تقیہ یا استضعاف فکری قرار دیا جاسکتاہے؟

جواب:

بسمہٖ تعالیٰ، السلام و علیکم!

"مذکورہ کتب میں موجود بعض چیزیں مکتبِ تشیع کے بنیادی عقائد سے سازگار نہیں ہیں۔ تقیہ کا تقاضا بھی عدمِ تعرض ہوتا ہے، قولِ خلاف نہیں۔ مثلاً حضرت ابو طالب علیہ السلام کے ایمان کا انکار کرنا، جس پر اہلبیت علیہم السلام اور سبھی شیعوں کا اجماع ہے، کیسے تقیہ پر حمل کیا جاسکتاہے؟ اگر وہ اس موضوع پر کچھ نہ لکھتا تو کیا ہوجاتا؟" 2008/07/01

دستخط

بسم الله الرحمن الرحيم

عام
موضوع: خاص
اخص

التاريخ: 2008/07/01
1387/04/11

رقم الصفحة: 2352

الأسئلة والأجوبة

1-نظر مبارک معظم له راجع به ابن عربي صاحب فتوحات و فصوص از جهت تشيع يا عدم ان چيست؟

2-ايا مطالب مندرج در اثار مکتوب وي که معارض با ضروريات مذهب شيعه مي باشد را مي توان حمل بر تقيه و استضعاف فکري و قصور وي دانست؟

باسمه تعالی

السلام علیکم

بعض مطالبیکه در دو کتاب مذکور وجود دارد با مبانی تشیّع سازگار نیست و مقتضای تقیّه عدم تعرّض است نه قول خلاف مثلاً انکار ایمان حضرت ابوطالب علیه السلام که اجماع اهل بیت و همهٔ شیعیان بر آنست چگونه حمل بر تقیّه شود و اگر تعرّض نمی کرد چه می شد؟

المیلانی

مدافعِ حریم اہلبیت علیہ السلام آیۃ اللہ العظمیٰ علامہ سید علی میلانی مدظلہ العالی نے اپنے ایک درس میں زمانۂ حال میں بعض علماء نما صوفیوں کی جانب سے ابنِ عربی کو مختلف حیلے بہانوں سے مشرف با تشیع کرنے کی کوششوں کو حماقت قرار دیتے ہوئے کہا:

"مرحوم آقائے میلانی (آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد ہادی میلانی) ابنِ عربی کو سنی سمجھتے تھے۔ چونکہ سنی یعنی کیا؟ یہ آپ کو جان لینا چاہئے کہ سنی وہ ہے جو پیغمبرِ اکرم ص کے بعد ابو بکر کی امامت کا قائل ہو۔

شیعہ یعنی کیا؟ شیعہ وہ ہے جو پیغمبرِ اکرم ص کے بعد حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کو امام مانتا ہو۔

اور ابن عربی امامتِ ابو بکر کا قائل تھا۔ اب اگر کچھ لوگ کہیں کہ ابنِ عربی شیعہ ہے کیونکہ امام زمانہ عج کے پیدا ہو چکنے کا قائل ہے، تو ایسے تو بہت سے سنی قائل ہیں۔

صاحبِ صواعق بھی اس بات کا قائل ہے کہ حضرت عج دنیا میں آ چکے ہیں۔ شمس الدین ذہبی بھی حضرت عج کی پیدائش کو مانتا ہے۔ ابنِ خلکان اپنی کتاب وفیات الاعیان میں کہتا ہے کہ امامِ زمان محمد ابن حسن عج دنیا میں آ چکے ہیں۔

تولدِ حضرت کو ماننا، صرف یہ کہنا کہ امام زمان عج موجود ہیں، کسی کے شیعہ ہونے کی دلیل ہے؟ یا کوئی کسی شعر یا نثر میں اہلبیت ع سے محبت وارادت کا اظہار کرے۔ اب کیا ابنِ روبہان شیعہ ہے؟ اس نے چہاردہ معصومین ع کے بارے میں کتنا مفصل قصیدہ لکھا ہے!، کوئی کہہ سکتا ہے کہ ابنِ روزبہان شیعہ ہے؟

شیعہ وہ ہے جو پیغمبرِ اکرمؐ کے بعد امامتِ امیر المؤمنین علیؑ کا قائل ہے۔ سنی وہ ہے جو ابو بکر کو مانتا ہے اور ابنِ عربی کا مذہب یہ ہے۔ یہ کیا کہ ہم اپنی عقل کو تالہ لگا دیں؟ مرحوم آقائے میلانی ابنِ عربی کے سنی ہونے کے قائل تھے۔" [115]

آیت اللہ علامہ سید علی میلانی ایک انٹرویو میں اپنے دادا، آیت اللہ العظمیٰ سید محمد ہادی میلانی، سے نقل کرتے ہیں کہ ان کا مبنیٰ یہ تھا کہ وہ لوگ جو استعداد رکھتے ہیں اور ان کے عقیدے میں انحراف کا خطرہ نہیں ہے، فلسفے کو پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن وہ فلسفے کے معتقد نہیں تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ: "میں اسفارِ اربعہ کی صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پر یقین رکھتا ہوں۔"

علامہ میلانی نے مزید کہا کہ انکی رائے بھی یہی ہے۔ انہوں نے سید کمال حیدری کی طرف سے انحرافی خیالات کی ترویج پر بھی تشویش کا اظہار کیا۔[116]

---

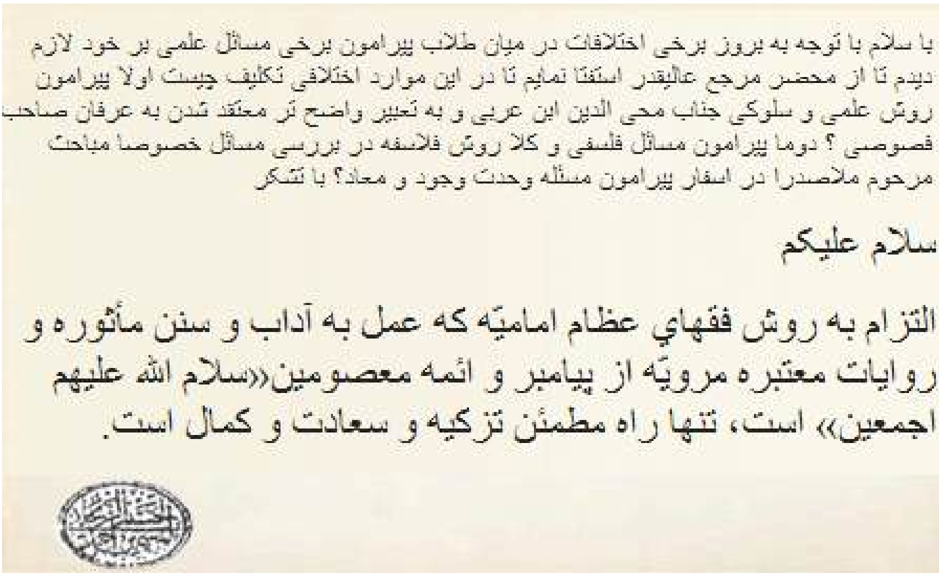
[115] https://ebnearabi.com/ur/181

[116] https://ebnearabi.com/ur/93

8. آیۃ اللہ العظمیٰ سید موسیٰ شبیری زنجانی

سوال-1: دینی طلاب میں علمی اختلاف کے سبب مرجع عالیقدر سے ان مسائل پر رہنمائی درکار ہے: (1)۔ محی الدین ابنِ عربی کے عرفان کا پابند ہونا؛ (2)۔ فلسفی موشگافیوں، بالخصوص ملا صدرا کے وحدت الوجود اور معاد کے متعلق خیالات

جواب: فقہائے امامیہ کی روش پر کاربند رہنا چاہئے، جو پیغمبر اکرمؐ اور آئمہ معصومینؑ سے مروی صحیح احادیث، آداب و سنن ماثورہ پر عمل کرنا ہے۔ تزکیہ، سعادت اور کمال کے حصول کا یہی واحد طریقہ ہے۔



با سلام با توجه به بروز برخی اختلافات در میان طلاب پیرامون برخی مسائل علمی بر خود لازم دیدم تا از محضر مرجع عالیقدر استفتا نمایم تا در این موارد اختلافی تکلیف چیست اولا پیرامون روش علمی و سلوکی جناب محی الدین ابن عربی و به تعبیر واضح تر معتقد شدن به عرفان صاحب فصوص ؟ دوما پیرامون مسائل فلسفی و کلا روش فلاسفه در بررسی مسائل خصوصا مباحث مرحوم ملاصدرا در اسفار پیرامون مسئله وحدت وجود و معاد؟ با تشکر

سلام علیکم

التزام به روش فقهاي عظام امامیّه که عمل به آداب و سنن مأثوره و روایات معتبره مرویّه از پیامبر و ائمه معصومین«سلام الله علیهم اجمعین» است، تنها راه مطمئن تزکیه و سعادت و کمال است.

سوال-2 :ایک عرصے سے دیکھنے میں آیا ہے کہ کچھ نوجوان کچھ گروپس میں شامل ہو کر عرفان اور کشف و شہود کے نام پر بزعمِ خود ریاضتوں کے ذریعے روحانی طاقتوں کے حصول، برزخی آنکھ کھلنے، انخلاع روح، تجرید، ارواح کے ساتھ رابطے، جن کو حاضر کرنے جیسے کاموں میں پڑے ہوئے ہیں۔ایسی حرکتیں کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: فقہاء اور علمائے عظام کے مسلکِ حقہ سے کسی قسم کی دوری خطرناک ہے۔ہر ایسا کام جو باطل حرکات کی تائید کا سبب بنے یا مذہبِ حقہ کی کمزوری کا باعث ہو جائز نہیں ہے۔

باسمه تعالی

محضر حضرت آیة ا... شبیری زنجانی (دامت برکاته)

مدّتی است برخی از جوانان با جذب شدن در بعضی از گروهها اعمالی از قبیل (انخلاع روح «موت اختیاری» ـ تجرید ـ ارتباط با ارواح ـ إحضار أجنّه ـ ریاضت برای رسیدن به قدرتهای ماورائی و دارا شدن چشم برزخی و غیره) را به اسم عرفان و کشف و شهود انجام می دهند، حکم فقهی انجام اینگونه أعمال چیست؟

نبی ا... شیری ـ مازندران

باسمه تعالی
هرگونه فاصله گرفتن از روش حقه فقها و علمای عظام خطری بزرگ است هرکاری که موجب تایید حرکت های باطل شود یا خوف تضعیف عقیده حقه در آن باشد جایز نیست.

۲۷ صفر المظفر ۱۴۳۷

بخش استفتائات
دفتر حضرت
آیت ا... العظمی شبیری زنجانی مدظله

9. آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ ناصر مکارم شیرازی

آیۃ اللہ العظمیٰ ناصر مکارم شیرازی صوفیوں سے اجتناب کو ضروری قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جو لوگ وحدتِ وجود کا عقیدہ رکھتے ہیں، یعنی وہ کہتے ہیں کہ عالم ہستی میں ایک وجود کے سوا کچھ نہیں ہے اور وہ وجود خدا ہے۔ یا وہ کسی دوسرے موجود میں حلول کئے ہوئے ہے اور اسکے ساتھ متحد ہے۔ یا خدا کے لئے جسمانیت کے قائل ہیں۔ بنا بر احتیاط واجب ان سب سے اجتناب ضروری ہے۔''[117]

سوال-1: معاد جسمانی ہے یا روحانی؟

جواب: معادِ جسمانی سے مراد یہ نہیں ہے کہ روزِ قیامت صرف جسم دوبارہ لوٹایا جائے گا، بلکہ مراد یہ ہے کہ روح اور جسم دونوں حاضر کئے جائیں گے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہا جائے کہ روح کا پلٹنا تو مسلم ہے، صرف جسم کے بارے میں اختلاف اور بحث ہے۔

بعض گذشتہ فلاسفہ ''معادِ روحانی'' پر عقیدہ رکھتے تھے، اور جسم کو ایسی سواری مانتے تھے جو صرف اس دنیا میں انسان کے ساتھ ہے۔ اور انسان مرنے کے بعد اس جسم سے بے نیاز ہو جاتا ہے، جسم کو ترک کر دیتا ہے اور ''عالمِ ارواح'' کی طرف کوچ کر جاتا ہے۔ لیکن بزرگ علمائے اسلام کا عقیدہ یہ رہا ہے کہ معاد روحانی اور جسمانی دونوں پہلوؤں کے ساتھ ہوگی۔

---

[117] آیۃ اللہ العظمیٰ مکارم شیرازی، توضیح المسائل، مسئلہ 121، مترجم: شیخ روشن علی نجفی۔

اگرچہ بعض حضرات اس مادی جسم کے پلٹنے کے قائل نہیں ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ خداوندِعالم ہماری روح کو ایک (اخروی) جسم عطا کرے گا، کیونکہ انسان کی حقیقت اس کی روح ہوتی ہے اور یہ عطا کردہ جسم اس کا جسم شمار کیا جائے گا۔

جبکہ صاحبانِ تحقیق کا عقیدہ یہ ہے کہ یہی جسم جو خاک میں مل کر ذرہ ذرہ ہو گیا، حکمِ خدا سے اسی مادی جسم کے تمام خلیات جمع ہو جائیں گے اور اس کو ایک نئی زندگی کا لباس پہنایا جائے گا، اور یہی وہ عقیدہ ہے جو قرآنِ مجید کی آیات سے حاصل کیا گیا ہے۔

معادِ جسمانی پر قرآن مجید میں اس قدر شواہد موجود ہیں کہ یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ جو افراد صرف "معادِ روحانی" کے قائل ہوئے ہیں انہوں نے قرآن مجید کی اکثر آیات میں ذرا بھی غور و فکر نہیں کیا ہے۔ ورنہ معادِ جسمانی کے سلسلہ میں قرآن مجید میں اتنی زیادہ آیات موجود ہیں کہ شک و شبہہ کی ذرا بھی گنجائش نہیں رہتی۔

سورہ یٰس کی آخری آیات اس حقیقت کو مکمل طور پر واضح کر دیتی ہیں کیونکہ اس اعرابی شخص کو تعجب اسی بات پر تھا کہ میرے ہاتھ میں موجود اس سڑی ہوئی ہڈی کو کون دوبارہ زندہ کر سکتا ہے؟ قرآن مجید نے اس کے جواب میں واضح طور یہ اعلان کیا:

«قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِى اَنشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ»[118]

ترجمہ: "آپ کہہ دیجئے کہ جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے وہی زندہ بھی کرے گا۔"

---

[118] سورہ یٰس، آیت ۷۹

معاد کے سلسلہ میں تمام مشرکین کو اس بات پر تعجب تھا کہ جب ہم خاک ہو جائیں گے اور ہمارے ذرات بھی اِدھر اُدھر خاک میں پھیل جائیں گے تو پھر ہمیں کس طرح دوبارہ زندہ کیا جاسکتا ہے؟ جیسا کہ انہیں کی زبانی قرآن مجید نے نقل کیا ہے:

«وَقَالُوا ءإِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ ءَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ»[119]

ترجمہ: "اور یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم زمین میں گم ہو گئے تو کیا نئی خلقت میں پھر ظاہر کئے جائیں گے؟"

یہ لوگ کہتے تھے:

«أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنتُمْ تُرَابًا وَ عِظَامًا أَنَّكُمْ مُخْرَجُونَ»[120]

ترجمہ: "کیا یہ تم سے اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور خاک اور ہڈی ہو جاؤ گے تو پھر دوبارہ نکالے جاؤ گے؟"

کفار و مشرکین روزِ قیامت کے سلسلہ میں اس قدر تعجب کرتے تھے کہ اس عقیدہ کے قائلین کو مجنون یا خدا پر بہتان باندھنے والا سمجھتے تھے، جیسا کہ قرآن میں انہیں لوگوں کی زبانی نقل ہوا ہے:

«وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَى رَجُلٍ يُنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ»[121]

---

119 سورہ حٰم سجدہ، آیت ١٠

120 سورہ مؤمنون، آیت ٣٥

121 سورہ سباء، آیت ٧

ترجمہ: "اور کافر کہتے ہیں کیا ہم تمہیں وہ آدمی بتائیں جو تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب تم پورے طور پر ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو پھر نئے سرے سے پیدا کئے جاؤ گے؟"

معاد کے سلسلہ میں قرآنی دلائل "معادِ جسمانی" پر زور دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ قرآنِ مجید نے بارہا اس بات کی یاددہانی کرائی ہے کہ تم لوگ روزِ قیامت اپنی قبروں سے نکلو گے۔[122] "قبریں" اسی معادِ جسمانی سے تعلق رکھتی ہیں۔

قرآنِ مجید میں جنت کی بہت سی معنوی اور مادی صفات بیان کی گئی ہیں، جو سب اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ قیامت کے دن جسم کو بھی حاضر کیا جائے اور روح کو بھی، ورنہ نعمتوں کے ساتھ ساتھ حور و غلمان، قصر و محل، بہشتی غذائیں اور مادی لذتیں کیا معنی رکھتی ہیں؟

بہرحال یہ بات ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی قرآنِ مجید کی منطق اور ثقافت سے تھوڑی بہت آشنائی رکھتا ہو اور معادِ جسمانی کا انکار کرے۔ یا دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ قرآنی فکر کے مطابق سے معادِ جسمانی کا انکار خود اصلِ معاد کے انکار کے برابر ہے۔

اس سلسلے میں قرآن و حدیث میں بیان شدہ دلائل کے علاوہ خود عقلی دلائل بھی موجود ہیں کہ اگر ان کو بیان کرنا چاہیں تو بحث طولانی ہو جائے گی۔ البتہ ہم یہاں پر معادِ جسمانی کے سلسلہ میں ہونے والے اعتراض کو بیان کرتے ہیں جسے "شبہہ آکل و ماکول" کہا جاتا ہے۔[123]

---

122 سورہ یٰس، آیت نمبر ۵؛ سورہ قمر، آیت نمبر ۷

123 تفسیر نمونہ، جلد ۱۸، صفحہ ۴۸۷۔

سوال-2: شبہہ آکل وماکول کیا ہے؟

جواب: بہت سے مفسرین اور مورخین نے درج ذیل آیت کی تفسیر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک واقعہ لکھا ہے:

«وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَىٰ»[124]

ترجمہ: "اور اس موقع کو یاد کرو جب ابراہیم نے التجا کی کہ پروردگار! مجھے یہ دکھادے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے"۔

ایک دن حضرت ابراہیمؑ دریا کے کنارے سے گذر رہے تھے۔ آپ نے دریا کے کنارے ایک مردار دیکھا، جس کا کچھ حصہ دریا کے اندر اور کچھ باہر تھا۔ دریا اور خشکی کے جانور دونوں طرف سے اسے کھا رہے تھے۔ بلکہ کھاتے کھاتے ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔

اس منظر نے حضرت ابراہیمؑ کو ایک ایسے مسئلہ کی فکر میں ڈال دیا جس کی کیفیت کو سب ہی تفصیل سے جاننا چاہتے ہیں اور وہ موت کے بعد مردوں کا زندہ ہونے کی کیفیت ہے۔

حضرت ابراہیمؑ سوچنے لگے کہ اگر ایسا ہی انسانی جسم کے ساتھ ہو اور انسان کا بدن جانوروں کے بدن کا جز بن جائے تو اس کو قیامت میں کیسے اٹھایا جائے گا؟ جبکہ وہاں انسان کو اسی بدن کے ساتھ اٹھنا ہے۔

---

124 سورہ بقرہ، آیت ۲۶۰

حضرت ابراہیمؑ نے کہا: پروردگارا! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ خداوندِ عالم نے فرمایا: کیا تم اس بات پر ایمان نہیں رکھتے؟ انہوں نے کہا: ایمان تو رکھتا ہوں لیکن چاہتا ہوں کہ دل کو تسلی ہو جائے۔

خداوندِ عالم نے حکم دیا کہ چار پرندے لے لو اور ان کو ذبح کر کے ان کا گوشت ایک دوسرے سے ملا دو۔ پھر اس مجموعی گوشت کے کئی حصے کر دو۔ ہر حصہ ایک الگ پہاڑ پر رکھ دو۔ اس کے بعد ان پرندوں کو پکارو تا کہ میدانِ حشر کا منظر دیکھ سکو۔

انہوں نے ایسا ہی کیا تو انتہائی حیرت کے ساتھ دیکھا کہ پرندوں کے اجزاء مختلف مقامات سے جمع ہو کر ان کے پاس آ گئے اور ان کی ایک نئی زندگی کا آغاز ہو گیا۔

شبہہ آکل و ماکول

مردوں کے زندہ ہونے کے منظر کا مشاہدہ کرنے کا تقاضا حضرت ابراہیمؑ نے جس وجہ سے کیا تھا اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تقاضا زیادہ تر اس وجہ سے تھا کہ ایک جانور کا بدن دوسرے جانوروں کے بدن کا جزو بننے کے بعد وہ اپنی اصلی صورت میں کیسے پلٹ سکتا ہے؟ علمِ کلام میں اسی بحث کو "شبہہ آکل و ماکول" کہا جاتا ہے۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ قیامت میں خدا انسان کو اسی مادی جسم کے ساتھ پلٹائے گا۔ اصطلاحی الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ جسم اور روح دونوں پلٹ آئیں گے۔ اس صورت میں یہ سوال پیش آتا ہے کہ اگر ایک انسان کا بدن خاک ہو جائے اور درختوں کی جڑوں کے ذریعہ کسی سبزی یا پھل کا جز بن جائے تو پھر کوئی دوسرا انسان اسے کھا لے۔ اور اب یہ اس کے بدن کا جز بن جائے۔

یا مثال کے طور پر قحط سالی میں ایک شخص دوسرے انسان کا گوشت کھالے تو میدانِ حشر میں کھائے ہوئے اجزاء ان دونوں میں سے کس بدن کے جز بنیں گے؟ اگر پہلے بدن کا جز بنیں تو دوسرا بدن ناقص اور دوسرے کا بنیں تو پہلا ناقص رہ جائے گا۔

شبہے کا جواب

علمِ کلام کے علماء نے اس قدیم اعتراض کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ یہاں پر سب کے بارے میں گفتگو کرنا ضروری نہیں ہے۔ بعض علماء ایسے بھی ہیں جو قابل اطمینان جواب نہیں دے سکے۔ اس لئے انہیں معادِ جسمانی سے متعلق آیات کی توجیہ و تاویل کرنا پڑی اور انہوں نے انسان کی شخصیت کو روح اور روحانی صفات میں منحصر کر دیا۔

حالانکہ انسانی شخصیت صرف روح پر منحصر نہیں ہے اور نہ ہی معادِ جسمانی سے متعلق آیات ایسی ہیں کہ ان کی تاویل کی جاسکے۔ بلکہ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وہ کاملاً صریح آیات ہیں۔

بعض لوگ ایک ایسی معاد کے بھی قائل ہیں جو بظاہر جسمانی ہے لیکن معادِ روحانی سے اس کا کوئی خاص فرق بھی نہیں ہے۔

ہم یہاں قرآن کی آیات کے ذریعہ ایک ایسا واضح راستہ اختیار کریں گے جو دورِ حاضر کے علوم (سائنس) کی نظر میں بھی صحیح ہے۔ البتہ اس کی وضاحت کے لئے چند پہلوؤں سے غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

1 :ہم جانتے ہیں کہ انسانی بدن کے خلئے (cells) بچپن سے لے کر موت تک بارہا بدلتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ دماغ کے خلئے اگرچہ تعداد کے لحاظ سے کم یا زیادہ نہیں ہوتے، پھر بھی اجزاء کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہیں۔ کیونکہ ایک طرف سے وہ غذا حاصل کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کی تحلیل ہوتی رہتی ہے اور وقت کے ساتھ ایک مکمل تبدیلی واقع ہوجاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ دس سال سے کم عرصے میں انسانی بدن کے سابقہ خلیوں میں سے کچھ باقی نہیں رہ جاتا، لیکن توجہ رہے کہ پہلے خلئے جب موت کی وادی کی طرف روانہ ہوتے ہیں تو اپنے تمام خواص اور آثار نئے اور تازہ خلیوں کے سپرد کر جاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ انسانی جسم کے تمام خصوصیات رنگ اور شکل وصورت سے لے کر دیگر جسمانی کیفیات تک زمانہ گزرنے کے باوجود اپنی جگہ قائم رہتی ہیں۔ اور اس کی وجہ یہی ہے کہ پرانی صفات نئے خلیوں میں منتقل ہوجاتی ہیں۔ (غور کیجئے)

اس بنا پر ہر انسان کے بدن کے آخری خلئے جو موت کے بعد خاک میں تبدیل ہو جاتے ہیں وہ سب ان صفات کے حامل ہوتے ہیں جو اس نے پوری عمر میں کسب کی ہوتی ہیں۔ اور یہ صفات انسانی جسم کی تمام عمر کی سرگذشت کی بولتی ہوئی تاریخ ہوتی ہیں۔

2 :انسانی شخصیت کی بنیاد روح سے ہوتی ہے۔ لیکن توجہ رکھنی چاہئے کہ روح کی پرورش جسم کے ساتھ ہوتی ہے اور جسم کے ساتھ ہی روح تکامل و ارتقاء کی منزل طے کرتی ہے اور دونوں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

جیسے ایک جیسے دو جسم تمام جہات سے ایک دوسرے سے شباہت نہیں رکھتے، دو روحیں بھی تمام پہلوؤں سے ایک دوسرے سے مشابہ نہیں ہوتی ہیں۔

اسی بنا پر کوئی روح اپنے جسم سے مکمل اور وسیع مطابقت اور اس کی کار کردگی کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی جس کے ساتھ اس نے پرورش پائی ہو اور تکامل وار تقاء حاصل کیا ہو۔

لہٰذا ضروری ہے کہ قیامت میں وہی سابق جسم لوٹ آئے، تاکہ اس سے وابستہ ہو کر روح عالی ترین مرحلے میں نئے سرے سے اپنی فعالیت کا آغاز کرے اور اپنے انجام دیئے ہوئے اعمال کے نتائج سے فیضیاب ہو۔

3 :انسانی بدن کا ہر خلیہ اس کے تمام جسمانی مشخصات کا حامل ہوتا ہے۔ یعنی اگر واقعاً ہم کسی بدن سے ایک خلیہ لے کر اس سے ایک مکمل انسان بنالیں تو وہ انسان اس شخص کی تمام صفات کا حامل ہو گا جس کا جزو لیا گیا تھا ۔(یہ امر بھی قابل غور رہے)

ابتداء میں انسان ایک خلئے سے زیادہ نہ تھا۔ پہلا خلیہ والدین کے نطفوں سے بنا تھا۔ اسی میں انسان کی تمام صفات موجود تھیں۔ تدریجاً وہ تقسیم ہوا اور دو خلیے بن گئے۔ پھر دو سے چار ہوئے اور رفتہ رفتہ انسانی بدن کے تمام خلئے وجود میں آ گئے۔

اسی بنا پر انسانی جسم کے تمام خلئے پہلے خلئے کی طرح ہیں اگر ان کی بھی پہلے خلئے کی طرح پرورش ہو تو ہر ایک ہر لحاظ سے ایک پورا انسان ہو گا۔ جو بعینہٖ پہلے خلئے سے وجود میں آنے والے انسان کی سی صفات کا حامل ہو گا۔

ہمارے بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ ایسے بدن سے معادِ جسمانی کے مسئلہ پر کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوتا اور جن آیات میں اس مفہوم کی صراحت کی گئی ہے ان کی کوئی توجیہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ [125]

سوال-3: ایک عرصے سے دیکھنے میں آیا ہے کہ کچھ نوجوان کچھ گروپس میں شامل ہو کر عرفان اور کشف و شہود کے نام پر بزعمِ خود ریاضتوں کے ذریعے روحانی طاقتوں کے حصول، برزخی آنکھ کھلنے، انخلاع روح، تجرید، ارواح کے ساتھ رابطے، جن کو حاضر کرنے جیسے کاموں میں پڑے ہوئے ہیں۔ ایسی حرکتیں کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ان میں سے کوئی کام بھی جائز نہیں۔ ان سے بچنا لازم ہے۔ کامیاب رہیں!

---

125 تفسیر نمونہ، جلد ۲، صفحہ ۲۲۳۔

باسمه تعالی

محضر حضرت آیة ا... مکارم شیرازی (دامت برکاته)

مدّتی است برخی از جوانان با جذب شدن در بعضی از گروهها اعمالی از قبیل (انخلاع روح «موت اختیاری» ـ تجرید ـ ارتباط با ارواح ـ إحضار أجنّه ـ ریاضت برای رسیدن به قدرتهای ماورائی و دارا شدن چشم برزخی و غیره) را به اسم عرفان و کشف و شهود انجام می دهند، حکم فقهی انجام اینگونه أعمال چیست؟

نبی ا... شیری ـ مازندران

باسمه تعالی

هیچکدام از این اعمال جایز نیست و باید از آن بپرهیزند

همیشه موفق باشید

ناصر مکارم الشیرازی

۱۳۹۴/۹/۱۶

سوال-4:ایسی محافل میں شرکت کا کیا حکم ہے جن میں اس قسم کے نظریات کی تبلیغ کی جاتی ہو؟

1. اللہ تعالیٰ کی ذات کا علم حاصل کرنا ممکن ہے اور انسان خدا تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو سکتا ہے اور اس میں پگھل سکتا ہے اور فنافی اللہ ہونے کے وقت ایمان اور کفر کا فرق مٹ جاتا ہے اور فرائض معاف ہو جاتے ہیں۔

2 .انسان کی روح ازلی اور ابدی ہے، یہ ہمیشہ سے تھی اور رہے گی۔

3 .تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی ذات کا سایہ اور اس کی کرنیں ہیں۔

4 .افعالی توحید کا مطلب یہ ہے کہ ہم تمام کاموں کو خدا کے کام سمجھیں اور دوسروں کو افعال کی انجام دہی میں شریک نہ سمجھیں۔اور صرف اسی کو فاعل سمجھیں اور انسان کو صرف ایک ہتھیار اور ربطِ محض سمجھیں۔

5.ذات الٰہی کی تجلیات صرف اولوالعزم رسولوں ؑ کیلئے مخصوص ہیں اور نبیوں ؑ کے ہاں ذاتِ خدا کی تجلی نہیں تھی۔ البتہ حافظ شیرازی ذاتی تجلیات رکھتا تھا۔

جواب:بسمہ تعالیٰ

با عرض سلام، یہ عقائد باطل ہیں۔ ان میں سے بعض کفر ہیں۔ ان محفلوں میں شرکت حرام ہے۔ ہمیشہ کامیاب رہیں۔[126]

---

[126] https://ebnearabi.com/ur/1011

بسمه تعالی

۹۶/۵/۱۴
۹۱۸۰۵۵

با عرض سلام خدمت مرجع عالیقدر حضرت آیة الله العظمی مکارم شیرازی ....

حکم شرکت در مجالسی که در آن اعتقادات ذیل ترویج داده می‌شود چیست؟

الف- ذات باری تعالی قابل شناخت است و بشر می‌تواند در ذات خداوند متعال فانی و ذوب شود و در زمان فنای فی الله ایمان و کفر برداشته می‌شود و تکالیف ساقط می‌گردد.

ب- روح انسان ابدی و ازلی است همواره بوده است و خواهد بود.

ج- مخلوقات همگی سایه و اشعه ذات خداوند متعال هستند.

د- توحید افعالی یعنی این که تمام افعال را فعل الله بدانیم و غیر را در افعال شریک ندانیم و فقط او را فاعل بدانیم و انسان را تنها آلت و صرف ربط بدانیم.

هـ - تجلیات ذات مخصوص به رسل اولی العزم است و انبیاء تجلی ذات نداشته‌اند امّا حافظ شیرازی دارای تجلی ذات بوده است.

بسمه تعالی
با اهدای سلام
این اعتقادات با حلول و بعضی از آنها کفر است
و شرکت در آن جلسات حرام است. همیشه موفق باشید
۹۶/۵/۲۳

سوال–5: جنابِ عالی کی خدمت میں عرضِ سلام اور آداب کے بعد گزارش ہے کہ مشہد شہر میں مدارس کے بعض طلبہ اور عام افراد تصوف کے مسلک میں جذب ہو چکے ہیں اور اس کے ایک خاص شعبے کو عرفان کا نام دے رکھا ہے۔ وہ صوفیوں کے عقائد کی نشر واشاعت میں زور وشور سے مگن ہیں۔

حضرتِ عالی سے التماس ہے کہ مندرجہ ذیل آراء ونظریات اور یہ جن کتابوں میں آئے ہیں ان کی خرید وفروخت کے بارے میں اپنی رائے سے آگاہ فرمائیں تاکہ حق کے متلاشیوں کو فائدہ ہو:

1۔ لکھتے ہیں: "یہ گل و سنبل، یہ بلبل اور یہ طوطا، یہ کبوتر اور یہ مرغابی، یہ بوٹا اور درخت، یہ ستارہ اور یہ گھاس اور یہ پودا، یہ پانی اور یہ آبشار، یہ بادل اور یہ ہوا اور بارش،۔۔۔ جتنا آپ کا دل چاہے ان چیزوں کو گنتے جائیں یہاں تک کہ آپ کی سانس پھول جائے۔ یہ ایک خدا سے زیادہ کچھ نہیں۔ بس ایک ہے، وحدہٗ لا الہ الا ہو۔"[127]

2۔ اپنے استاد[128] سے نقل کرتے ہیں: "پانی خدا ہے، وضو خدا ہے، کوئی جگہ نہیں جہاں خدا نہ ہو۔"[129]

3۔ "اللہ اپنے اعلیٰ مرتبے میں خالق اور اپنے ادنیٰ مرتبے میں مخلوق ہے۔ بالائی مقام پر حکم دینے والا اور زیریں مقام پر حکم کی تعمیل کرنے والا ہے۔ افق مبین میں رحم کرنے والا ہے اور اسفل السافلین کی حالت میں وہ ہے جس پر رحم کیا جاتا ہے۔"[130]

4۔ "ہم جو دیکھتے ہیں، یا جس کا احساس کرتے ہیں یا جو کچھ ہماری سوچ اور عقل میں آتا ہے، وہ ابداً وجود ہی نہیں رکھتا۔ صرف اللہ جل شانہٗ ہے اور بس۔ ہم عدم ہیں اور ہمارا وجود اس کے وجود کا غیر نہیں۔ ہم عدم ہیں اور ہم

---

[127] محمد حسین طہرانی، اللہ شناسی، جلد 3، صفحہ 311۔

[128] سید ہاشم حداد

[129] محمد حسین طہرانی، روحِ مجرد، صفحہ 70۔

[130] محمد حسین طہرانی، اللہ شناسی، جلد 3، صفحہ 222۔

ہستی نما ہیں، اللہ وجودِ مطلق ہے اور ہمارا ہونا اس کا ہونا ہے۔ سب کچھ وہی ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ وحدہٗ لا الہ الا ہو۔"[131]

5۔ "شیطان اللہ کا ایک مطیع اور فرمانبردار مامور ہے جس کی ذمہ داری خبیث کو طیب سے جدا کرنا ہے۔"[132]

6۔ "نفوس پر میرا تسلط امیر المؤمنین علی علیہ السلام جیسا ہے۔ لوگوں کے خیر و شر سے مطلع اور آگاہ ہوں۔ میں اپنے آپ میں امیر المؤمنین علیہ السلام کی صفات دیکھتا ہوں۔"[133]

جواب: "آپ نے جو کچھ اوپر لکھا ہے، اگر کوئی اس پر ایمان رکھتا ہو تو وہ گمراہی اور ضلالت کی راہ پر چل رہا ہے۔ اگر وہ نصیحت سننے کے قابل ہو تو اسے نصیحت کرنی چاہئے۔ جن کتابوں میں اس قسم کی باتیں لکھی ہیں وہ کتبِ ضلال کا حکم رکھتی ہیں۔ ان شاء اللہ علماء اور فضلاء کے اقدامات سے یہ گروہ ہدایت کی سیدھی راہ پر آئے گا۔ ہمیشہ کامیاب رہیں۔" ۹۴/۶/۱۸، سوال نمبر 199081۔

مہر[134]

---

[131] محمد حسین طہرانی، اللہ شناسی، جلد 3، صفحہ 205۔

[132] محمد حسین طہرانی، اللہ شناسی، جلد 3، صفحہ 120۔

[133] محمد صادق طہرانی، نورِ مجرد، صفحہ 329، طبع اول۔

[134] https://ebnearabi.com/ur/1091/

دفتر حضرت آیت الله العظمی مکارم شیرازی مشهد
تاریخ: ۹۴/۶/۹
شماره: ۱۹۹۰۸۱
موضوع:

بسمه تعالی

محضر مبارک حضرت آیه ا... العظمی مکارم شیرازی دامت برکاته

با عرض سلام و تحیّات وافره نظر به اینکه عده ای از طلّاب و مردم عـادی در شـهر مقـدّس مـشهد جـذب مسلک تصوّف شده اند و شعبه ای خاصّ را با عنوان عرفان تاسیس نموده و در نشر و ترویج عقایـد صـوفیه همّت گماشته اند .

از حضرتعالی تقاضا داریم نظر مبارک خود را در رابطه با آراء و نظریات ذیل و نیز خرید و فروش و نشر کتب مشتمل بر این گونه عقاید ، اعلام فرمائید تا مورد استفاده حقّ جویان قرار گیرد :

۱ـ نوشته اند : « این گل و سنبل ، این بلبل و این طوطی این کبوتر و این مرغابی ، این بوته و درخت ، این نجم و این گیاه و شجر ، این آب و این آبشار ، این ابر و این باد و این باران ، و ... آنقدر که دلت می خواهـد از قبیل این گونه ها بر سر هم کن که تا در صور نفخ بدمد ، همه اینها یک خدا بـیش نیـست یکـی اسـت ، وحده لا اله الّا هو » الله شناسی ج ۳ ص ۳۱۱ .

۲ـ از استادشان نقل می کنند : « آب خداست ، وضو خداست ، جایی نیست که خدا نیست » روح مجرد ص ۷۰ .

۳ـ « حقّ سبحانه و تعالی ، خالق است در مرتبه عالی و مخلوق است در مرتبه دانی ، آمر است در مقام بالا ، مـامور است در مقام پایین ، راحم است در افق مبین ، مرحوم است در نشاه اسفل السافلین » الله شناسی ج ۳ ص ۲۲۲ .

۴ـ « آنچه که می بینیم یا احساس می کنیم یا به اندیشه و عقل می آوریم ابداً وجـودی نـدارد (و وجـود و موجود) فقط حقّ است جلّ شانه و بس ، و ما عدم هستیم و وجود ما غیر از وجود او نیست .

ما عدم هائیم و هستیها نما   تو وجود مطلق و هستی ما

که همه اوست و نیست جز او وحده لا اله الّا هو » الله شناسی ج ۳ ص ۲۰۵

۵ـ « شیطان یک مامور مطیع و فرمانبر خداست که وظیفـه وی جـدا کـردن خبیـث از طیّـب اسـت » . الله شناسی ج ۳ ص ۱۲۰ .

۶ـ « تسلّط من بر نفوس مثل تسلط امیرالمومنین علیه السلام است و از خیر و شرّ نفـوس مطّلـع و آگـاهم . من در خودم صفات امیرالمومنین علیه السلام را می بینم » . نور مجرد ص ۳۲۹ طبع اول

دعاگوی شما ، گروهی از طلّاب حوزه علمیه مشهد

بسمه تعالی باسلام

هرگاه کسی واقعاً به آنچه در بالا نوشته اید معتقد باشد، راه ضلالت و گمراهی را طی می کند و اگر قابل ارشاد است، باید او را ارشاد کرد، و کتاب هایی که این گونه مطالب را نشر کند، کتب ضلال محسوب می شود. ان شاء الله با اقدامات علما و فضلا این عده به راه راست هدایت می شوند. همیشه موفق باشید

۹۴/۶/۱۸

ناصر مکارم الشیرازی

10. آیۃ اللہ العظمیٰ جعفر سبحانی

سوال: ایک عرصے سے دیکھنے میں آیا ہے کہ کچھ نوجوان کچھ گروپس میں شامل ہو کر عرفان اور کشف و شہود کے نام پر بزعمِ خود ریاضتوں کے ذریعے روحانی طاقتوں کے حصول، برزخی آنکھ کھلنے، انخلاع روح، تجرید، ارواح کے ساتھ رابطے، جن کو حاضر کرنے جیسے کاموں میں پڑے ہوئے ہیں۔ایسی حرکتیں کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ کام طبیعی اصولوں سے خارج ہیں۔ یہ برے اثرات رکھتے ہیں اور روحوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ فقہائے کرام ان کاموں کو تسخیر یا جادو جیسی حرکتوں کے ساتھ شمار کرتے ہیں اور حرام قرار دیتے ہیں۔ ان طریقوں سے جو کشف ہوتا ہے وہ حقیقت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

باسمه تعالی

محضر حضرت آیة ا... سبحانی (دامت برکاته)

مدّتی است برخی از جوانان با جذب شدن در بعضی از گروهها اعمالی از قبیل (انخلاع روح «موت اختیاری» ـ تجرید ـ ارتباط با ارواح ـ إحضار أجنّه ـ ریاضت برای رسیدن به قدرتهای ماورائی و دارا شدن چشم برزخی و غیره) را به اسم عرفان و کشف و شهود انجام می دهند، حکم فقهی انجام اینگونه أعمال چیست؟

نبی ا... شیری ـ مازندران

باسمه سبحانه

این کارها خارج از سنن طبیعی است غالباً آثار زننده‌ای دارد و گاهی سبب آزار ارواح می شود.

فقها این بحث را تحت عنوان تسخیر و یا سحر جایز نمی دانند و غالباً چیزهایی که از این راه کشف می شود با واقع تطبیق نمی کند.

دفتر حضرت آیة الله العظمی سبحانی

و من الله العالم ۲۴ صفر المظفر ۱۴۳۷
۹۴/۹/۱۵

11. آیۃ اللہ العظمیٰ علوی گرگانی

سوال-1: ایک عرصے سے دیکھنے میں آیا ہے کہ کچھ نوجوان کچھ گروپس میں شامل ہو کر عرفان اور کشف و شہود کے نام پر بزعمِ خود ریاضتوں کے ذریعے روحانی طاقتوں کے حصول، برزخی آنکھ کھلنے، انخلاع روح، تجرید، ارواح کے ساتھ رابطے، جن کو حاضر کرنے جیسے کاموں میں پڑے ہوئے ہیں۔ایسی حرکتیں کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ان چیزوں میں زحمت اٹھانا قابلِ مذمت ہے۔ یہ حقیقی معرفت کا راستہ نہیں ہے۔ حتی المقدور کوشش کرنی چاہیئے کہ رشد و ہدایت کی راہ پر گناہ کو ترک کرنے، واجبات کو انجام دینے اور خالص کردار اپنانے سے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی طرف توجہ رہے۔

تاریخ ورود: ۹۴/۹/۱۲
تاریخ خروج: ۹۴/۹/۲۲
شماره ثبت: ۱۰۸۶۶

باسمه تعالی

محضر حضرت آیة ا... علوی گرگانی (دامت برکاته)

مدّتی است برخی از جوانان با جذب شدن در بعضی از گروهها اعمالی از قبیل (انخلاع روح «موت اختیاری» ـ تجرید ـ ارتباط با ارواح ـ إحضار أجنّه ـ ریاضت برای رسیدن به قدرتهای ماورائی و دارا شدن چشم برزخی و غیره) را به اسم عرفان و کشف و شهود انجام می دهند، حکم فقهی انجام اینگونه أعمال چیست؟

نبی ا... شیری ـ مازندران

بسمه تعالی

تلاش برای این امور امر مذمومی است و عرفان واقعی نمی باشد و باید حتی المقدور در مسیر رشد و تعالی به ترک گناه و انجام واجبات و اخلاص در عمل و کسب رضایت پروردگار توجه شود

دفتر حضرت آیة الله العظمی
علوی گرگانی (مدظله)
بخش استفتائات

سوال-2:ایسی محافل میں شرکت کا کیا حکم ہے جن میں اس قسم کے نظریات کی تبلیغ کی جاتی ہو؟

1۔اللہ تعالی کی ذات کا علم حاصل کرنا ممکن ہے اور انسان خدا تعالی کی ذات میں فنا ہو سکتا ہے اور اس میں پگھل سکتا ہے اور فنا فی اللہ ہونے کے وقت ایمان اور کفر کا فرق مٹ جاتا ہے اور فرائض معاف ہو جاتے ہیں۔

2 .انسان کی روح ازلی اور ابدی ہے، یہ ہمیشہ سے تھی اور رہے گی۔

3 .تمام مخلوقات اللہ تعالی کی ذات کا سایہ اور اس کی کرنیں ہیں۔

4 .افعالی توحید کا مطلب یہ ہے کہ ہم تمام کاموں کو خدا کے کام سمجھیں اور دوسروں کو افعال کی انجام دہی میں شریک نہ سمجھیں۔اور صرف اسی کو فاعل سمجھیں اور انسان کو صرف ایک ہتھیار اور ربطِ محض سمجھیں۔

5.ذات الٰہی کی تجلیات صرف اولوالعزم رسولوں ؑکیلئے مخصوص ہیں اور نبیوں ؑ کے ہاں ذاتِ خدا کی تجلی نہیں تھی۔ البتہ حافظ شیرازی ذاتی تجلیات رکھتا تھا۔

جواب: بسمہ تعالی

ایسی محفلوں میں شرکت حرام ہے جہاں ان شرکیہ اور کفریہ نظریات کو فروغ دیا جاتا ہو۔ دوسروں کو بھی ایسی محفلوں میں شرکت سے روکنا چاہیئے۔ جو بھی یہ باتیں کہتا ہے یا تو اسے اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات کا بالکل بھی علم نہیں ہے یا وہ جان بوجھ کر نوجوانوں کے عقائد میں شبہات پیدا کرنے کے لیے ایسی باتیں کر رہا ہے۔ ذمہ دار افراد کو ایسے لوگوں کے بارے میں حساسیت کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔[135]

[135] https://ebnearabi.com/ur/1011

دفتر حضرت آیة الله العظمی علوی گرگانی (مد ظله)
تاریخ ورود: ۹۶/۵/۱۵
تاریخ خروج: ۹۶/۵/۱۷
شماره ثبت: ۱۲۰۲۹

بسمه تعالی

با عرض سلام خدمت مرجع عالیقدر حضرت آیة الله العظمی

حکم شرکت در مجالسی که در آن اعتقادات ذیل ترویج داده می‌شود چیست؟

الف- ذات باری تعالی قابل شناخت است و بشر می‌تواند در ذات خداوند متعال فانی و ذوب شود و در زمان فنای فی الله ایمان و کفر برداشته می‌شود و تکالیف ساقط می‌گردد.

ب- روح انسان ابدی و ازلی است همواره بوده است و خواهد بود.

ج- مخلوقات همگی سایه و اشعه ذات خداوند متعال هستند.

د- توحید افعالی یعنی این که تمام افعال را فعل الله بدانیم و غیر را در افعال شریک ندانیم و فقط او را فاعل بدانیم و انسان را تنها آلت و صرف ربط بدانیم.

هـ- تجلیات ذات مخصوص به رسل اولی العزم است و انبیاء تجلی ذات نداشته‌اند امّا حافظ شیرازی دارای تجلی ذات بوده است.

بسمه تعالی

شرکت در جلساتی که این مباحث شرک‌آلود و کفرآمیز در آن ترویج می‌گردد حرام و باید از شرکت دیگران در اینگونه مجالس نهی از منکر کرد و کسی که این مطالب را می‌گوید یا اصلاً معارف اهل بیت صلوات الله علیهم را نمی‌داند و یا از روی علم و ایجاد شبهه در بین اعتقادات جوانان این مطالب را ترویج می‌کند که باید مسئولین امر نسبت به اینگونه افراد حساسیت لازم را به خرج دهند.

دفتر حضرت آیة الله العظمی علوی گرگانی (مد ظله)
بخش استفتائات

12. آیۃ اللہ العظمیٰ حسین مظاہری

سوال: ایک عرصے سے دیکھنے میں آیا ہے کہ کچھ نوجوان کچھ گروپس میں شامل ہو کر عرفان اور کشف و شہود کے نام پر بزعمِ خود ریاضتوں کے ذریعے روحانی طاقتوں کے حصول، برزخی آنکھ کھلنے، انخلاع روح، تجرید، ارواح کے ساتھ رابطے، جن کو حاضر کرنے جیسے کاموں میں پڑے ہوئے ہیں۔ ایسی حرکتیں کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو کام آپ نے لکھے ہیں، سب حرام ہیں۔ جوانوں کو چاہیئے کہ عقل سے کام لیں اور عرفان اور سیر و سلوک کے معاملے میں اللہ سے ڈریں۔ یعنی گناہوں سے بچنے اور واجبات کی انجام دہی کو بہت زیادہ اہمیت دیں۔ مستحب کام کرنے اور مکروہ کاموں سے بچنے اور شبہہ والی حرکتوں سے پرہیز کی بھی ہر ممکن کوشش کریں۔

محضر مبارک مرجع عالیقدر حضرت آیت الله العظمی مظاهری «مدّظلّه‌العالی»
سلام علیکم

مدتی است برخی از جوانان با جذب‌شدن در بعضی از گروه‌ها اعمالی از قبیل (انخلاع روح «موت اختیاری» - تجرید - ارتباط با ارواح - احضار اجنّه - ریاضت برای رسیدن به قدرت‌های ماورائی و دارا شدن چشم برزخی و...) را به اسم عرفان و کشف و شهود انجام می‌دهند. حکم فقهی اینگونه اعمال چیست؟

بسمه تعالی

آنچه نوشته‌اید حرام است و جوانان باید عقل خود را به کار بگیرند و برای عرفان و سیر و سلوک تقوا را رعایت کنند. یعنی به اجتناب از گناهان و انجام واجبات، اهمیّت جدّی بدهند و در به جا آوردن مستحبات و ترک مکروهات و شبهات هم به اندازهٔ توان کوشا باشند.

13. آیۃ اللہ العظمیٰ نوری ہمدانی

سوال-1: ایک عرصے سے دیکھنے میں آیا ہے کہ کچھ نوجوان کچھ گروپس میں شامل ہو کر عرفان اور کشف و شہود کے نام پر بزعمِ خود ریاضتوں کے ذریعے روحانی طاقتوں کے حصول، برزخی آنکھ کھلنے، انخلاع روح، تجرید، ارواح کے ساتھ رابطے، جن کو حاضر کرنے جیسے کاموں میں پڑے ہوئے ہیں۔ ایسی حرکتیں کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: ذکر شدہ اعمال میں سے ایک بھی جائز نہیں۔

دفتر حضرت آیت ا... العظمی نوری همدانی دام ظله
تاریخ: ۹۴/۹/۱۲
شماره: ۱۳۹۵۸

باسمه تعالی

محضر حضرت آیة ا... نوری همدانی (دامت برکاته)

مدّتی است برخی از جوانان با جذب شدن در بعضی از گروهها اعمالی از قبیل (انخلاع روح «موت اختیاری» ـ تجرید ـ ارتباط با ارواح ـ إحضار أجنّه ـ ریاضت برای رسیدن به قدرتهای ماورائی و دارا شدن چشم برزخی و غیره) را به اسم عرفان و کشف و شهود انجام می دهند، حکم فقهی انجام اینگونه أعمال چیست؟

نبی ا... شیری ـ مازندران

بسمه تعالی سلام علیکم
در فرض سؤال
هیچیک از موارد مزبور جایز نیست
حسین نوری همدانی

۹۴/۹/۱۴

سوال-2 بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جناب آیۃ اللہ العظمیٰ نوری ہمدانی دام ظلہ !

کتاب قبولِ اہلِ دل میں لکھا ہے کہ ہم شاہ نعمت اللہ ولی، نجم الدین کبریٰ، رومی، شمس، عطار، ابن فارض اور... کا تعارف عظیم شیعہ علماء کے طور پر کرانا چاہتے ہیں۔ مصنف نے نجم الدین کبریٰ اور عطار کی شہادت کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ شاہ نعمت اللہ ولی کو ایک عظیم عارف کے طور پر پیش کرتا ہے اور شمس اور رومی کی بہت تعریف کرتا ہے۔ وہ اپنے استاذ کے اساتذہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہتا ہے کہ حافظ شیرازی بھی اولوالعزم انبیاءؑ کی طرح ذاتی تجلیات رکھتا تھا۔ وہ ایک کہانی کا حوالہ دے کر یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ عطار ایک کامل موحد تھا اور اخلاصِ تام کا مالک تھا۔ صفحہ 94 پر وہ ابن فارض کے حوالے سے دعویٰ کرتا ہے کہ نفسِ انسانی ابدی اور ازلی ہے۔ وہ صوفیوں کے اقطاب اور بزرگوں کی تعریف میں اور بھی بہت سی باتیں نقل کرتا ہے۔

اس مواد کی اشاعت و ترویج اور ان لوگوں کی محفلوں میں شرکت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ یہ بھی بتائیے کہ کیا اہلِ ایمان کو کتاب قبولِ اہلِ دل کی نشر و اشاعت کرنی چاہیئے؟

جواب: بسمہ تعالیٰ

السلام علیکم

جن باتوں کا سوال میں ذکر آیا ہے ایسی کتابوں کی اشاعت جائز نہیں اور ایسے دعوے بے بنیاد اور بے قیمت ہیں۔ صوفیوں کے گروہ انحرافات کا شکار ہیں۔ وہ خود کو اسلامی عرفان کے لبادے میں پیش کرتے ہیں۔ ان کے جلسوں میں شرکت کرنا، ان کے بڑوں کی تشہیر کرنا اور انحراف کا باعث بننے والی کتابوں کی اشاعت جائز نہیں۔[136]

---

[136] https://ebnearabi.com/ur/1011

دفتر حضرت آیت ا... العظمی نوری همدانی دام ظله
تاریخ : ۹۶/۷/۲۹
شماره : ۱۷۰۷۲

بسم الله الرحمن الرحیم

محضر مبارک مرجع بزرگوار، حضرت آیت الله نوری همدانی دام ظله

در کتاب قبول اهل (که اسناد و تصاویر صفحات آن به پیوست تقدیم می گردد)، نوشته شده که می خواهیم، شاه نعمت الله ولی (قطب صوفیان گنابادی) ، نجم الدین کبری (قطب صوفیان ذهبیه)، مولوی، شمس، عطار و ابن فارض و ... را از عالمان بزرگ شیعه معرفی کنیم.

نویسنده مدعی شهادت نجم الدین کبری و عطار می شود. وی شاه نعمت الله ولی را از عرفای بسیار بزرگ معرفی می کند و شمس و مولوی را نیز شدیدا ستایش می کند. در ادامه به نقل از اساتید استاد خود می گوید: حافظ مانند انبیاء اولوالعزم، دارای تجلیات ذات بوده است!

همچنین با نقل داستانی مدعی می شود که عطار موحدی کامل بوده و اخلاصی تام داشته است. در صفحه ۹٤ به نقل از ابن فارض، برای نفس انسان ازلیت و ابدیت را مدعی می شود. و مطالب بسیار دیگری در ستایش اقطاب و سران تصوف، نقل می کند.

نظر مبارک حضرتعالی پیرامون نشر و ترویج این مطالب و شرکت در جلسات این افراد چیست؟

همچنین بفرمائید که آیا مومنین ، مجاز به نشر کتاب قبول اهل دل هستند؟

با تشکر و التماس دعای فراوان ۱۳۹٦/۷/۲۹

بسمه تعالی

سلام علیکم

در فرض سوال؛

نشر چنین کتابهائی جایز نیست و این گونه ادعاها بی پایه و بی ارزش می باشد.

فرقه های صوفیه نیز دارای انحرافاتی هستند و خود را به عنوان عرفان اسلامی معرفی می کنند، شرکت در جلسات آنان و ترویج از سران آنان و نشر کتاب هائی که موجب انحراف است جایز نیست. ۱۳۹۶/۸/۱

دفتر استفتاءات حضرت آیت الله العظمی نوری همدانی

سوال—3: جنابِ عالی کی خدمت میں عرضِ سلام اور آداب کے بعد گزارش ہے کہ مشہد شہر میں مدارس کے بعض طلبہ اور عام افراد تصوف کے مسلک میں جذب ہو چکے ہیں اور اس کے ایک خاص شعبے کو عرفان کا نام دے رکھا ہے۔ وہ صوفیوں کے عقائد کی نشر و اشاعت میں زور و شور سے مگن ہیں۔

حضرتِ عالی سے التماس ہے کہ مندرجہ ذیل آراء و نظریات اور یہ جن کتابوں میں آئے ہیں ان کی خرید و فروخت کے بارے میں اپنی رائے سے آگاہ فرمائیں تا کہ حق کے متلاشیوں کو فائدہ ہو:

1۔ لکھتے ہیں: ''یہ گل و سنبل، یہ بلبل اور یہ طوطا، یہ کبوتر اور یہ مرغابی، یہ بوٹا اور درخت، یہ ستارہ اور یہ گھاس اور یہ پودا، یہ پانی اور یہ آبشار، یہ بادل اور یہ ہوا اور بارش،۔۔۔ جتنا آپ کا دل چاہے ان چیزوں کو گنتے جائیں یہاں تک کہ آپ کی سانس پھول جائے۔ یہ ایک خدا سے زیادہ کچھ نہیں۔ بس ایک ہے، وحدہٗ لاالہ الا ہو۔''[137]

2۔ اپنے استاد[138] سے نقل کرتے ہیں: ''پانی خدا ہے، وضو خدا ہے، کوئی جگہ نہیں جہاں خدا نہ ہو۔''[139]

3۔ ''اللہ اپنے اعلیٰ مرتبے میں خالق اور اپنے ادنیٰ مرتبے میں مخلوق ہے۔ بالائی مقام پر حکم دینے والا اور زیریں مقام پر حکم کی تعمیل کرنے والا ہے۔ افق مبین میں رحم کرنے والا ہے اور اسفل السافلین کی حالت میں وہ ہے جس پر رحم کیا جاتا ہے۔''[140]

4۔ ''ہم جو دیکھتے ہیں، یا جس کا احساس کرتے ہیں یا جو کچھ ہماری سوچ اور عقل میں آتا ہے، وہ ابداً وجود ہی نہیں رکھتا۔ صرف اللہ جل شانہٗ ہے اور بس۔ ہم عدم ہیں اور ہمارا وجود اس کے وجود کا غیر نہیں۔ ہم عدم ہیں اور ہم

---

137 محمد حسین طہرانی، اللہ شناسی، جلد 3، صفحہ 311۔

138 سید ہاشم حداد

139 محمد حسین طہرانی، روحِ مجرد، صفحہ 70۔

140 محمد حسین طہرانی، اللہ شناسی، جلد 3، صفحہ 222۔

ہستی نما ہیں، اللہ وجودِ مطلق ہے اور ہمارا ہونا اس کا ہونا ہے۔ سب کچھ وہی ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ وحدہٗ لا الہ الا ہو۔"[141]

5۔ "شیطان اللہ کا ایک مطیع اور فرمانبردار مامور ہے جس کی ذمہ داری خبیث کو طیب سے جدا کرنا ہے۔"[142]

6۔ "نفوس پر میرا تسلط امیر المؤمنین علی علیہ السلام جیسا ہے۔ لوگوں کے خیر و شر سے مطلع اور آگاہ ہوں۔ میں اپنے آپ میں امیر المؤمنین علیہ السلام کی صفات دیکھتا ہوں۔"[143]

جواب: "بسمہٖ تعالیٰ، السلام وعلیکم!

سوال میں بیان کردہ مطالب اباطیل ہیں اور ضروری ہے کہ اس ٹولے سے دوری اختیار کی جائے۔[144]"

مہر و دستخط، ۹۴/۹/۲۵

---

[141] محمد حسین طہرانی، اللہ شناسی، جلد 3، صفحہ 205۔

[142] محمد حسین طہرانی، اللہ شناسی، جلد 3، صفحہ 120۔

[143] محمد صادق طہرانی، نورِ مجرد، صفحہ 329، طبع اول۔

[144] https://ebnearabi.com/ur/1091/

دفتر حضرت آیة الله العظمی نوری همدانی دام ظله
تاریخ: ۹۴/۶/۱۱
شماره: ۱۳۵۰۶

بسمه تعالی

محضر مبارک حضرت آیه ا... العظمی نوری همدانی دامت برکاته

با عرض سلام و تحیّات وافره نظر به اینکه عده ای از طلّاب و مردم عـادی در شـهر مقـدّس مـشهد جـذب مسلک تصوّف شده اند و شعبه ای خاصّ را با عنوان عرفان تاسیس نموده و در نشر و ترویج عقایـد صـوفیه همّت گماشته اند .

از حضرتعالی تقاضا داریم نظر مبارک خود را در رابطه با آراء و نظریات ذیل و نیز خرید و فروش و نشر کتب مشتمل بر این گونه عقاید ، اعلام فرمائید تا مورد استفاده حقّ جویان قرار گیرد :

۱ـ نوشته اند : « این گل و سنبل ، این بلبل و این طوطی این کبوتر و این مرغابی ، این بوته و درخت ، این نجم و این گیاه و شجر ، این آب و این آبشار ، این ابر و این باد و این باران ، و ... آنقدر که دلت می خواهـد از قبیل این گونه ها بر سر هم کن که تا در صور نفخ بدمد ، همه اینها یک خدا بـیش نیـست یکـی اسـت ، وحده لا اله الّا هو » الله شناسی ج ۳ ص ۳۱۱ .

۲ـ از استادشان نقل می کنند : « آب خداست ، وضو خداست ، جایی نیست که خدا نیست » روح مجرد ص ۷۰ .

۳ـ « حقّ سبحانه و تعالی ، خالق است در مرتبه عالی و مخلوق است در مرتبه دانی ، آمر است در مقام بالا ، مـامور است در مقام پایین ، راحم است در افق مبین ، مرحوم است در نشاه اسفل السافلین » الله شناسی ج ۳ ص ۲۲۲ .

۴ـ « آنچه که می بینیم یا احساس می کنیم یا به اندیشه و عقل می آوریم ابداً وجـودی نـدارد (و وجـود و موجود) فقط حقّ است جلّ شانه و بس ، و ما عدم هستیم و وجود ما غیر از وجود او نیست .

ما عدم هائیم و هستیها نما — تو وجود مطلق و هستی ما

که همه اوست و نیست جز او وحده لا اله الّا هو » الله شناسی ج ۳ ص ۲۰۵

۵ـ « شیطان یک مامور مطیع و فرمانبر خداست که وظیفـه وی جـدا کـردن خبیـث از طیّـب اسـت » . الله شناسی ج ۳ ص ۱۲۰ .

۶ـ « تسلّط من بر نفوس مثل تسلط امیرالمومنین علیه السلام است و از خیر و شرّ نفـوس مطّلـع و آگـاهم . من در خودم صفات امیرالمومنین علیه السلام را می بینم » . نور مجرد ص ۳۲۹ طبع اول

در فرض سوال — بسمه تعالی سلام علیکم — دعاگوی شما ، گروهی از طلّاب حوزه علمیه مشهد

مطالب مذکور مشتمل بر اباطیل است و لازم است که از این فرقه جدّاً دوری نمایند — حسین نوری همدانی

۹۴/۶/۲۵

14. آیۃ اللہ العظمیٰ سید تقی طباطبائی قمی

سوال: جنابِ عالی کی خدمت میں عرضِ سلام اور آداب کے بعد گزارش ہے کہ مشہد شہر میں مدارس کے بعض طلبہ اور عام افراد تصوف کے مسلک میں جذب ہو چکے ہیں اور اس کے ایک خاص شعبے کو عرفان کا نام دے رکھا ہے۔ وہ صوفیوں کے عقائد کی نشر و اشاعت میں زور و شور سے مگن ہیں۔

حضرتِ عالی سے التماس ہے کہ مندرجہ ذیل آراء و نظریات اور یہ جن کتابوں میں آئے ہیں ان کی خرید و فروخت کے بارے میں اپنی رائے سے آگاہ فرمائیں تا کہ حق کے متلاشیوں کو فائدہ ہو:

1۔ لکھتے ہیں: ''یہ گل و سنبل، یہ بلبل اور یہ طوطا، یہ کبوتر اور یہ مرغابی، یہ بوٹا اور درخت، یہ ستارہ اور یہ گھاس اور یہ پودا، یہ پانی اور یہ آبشار، یہ بادل اور یہ ہوا اور بارش،۔۔۔ جتنا آپ کا دل چاہے ان چیزوں کو گنتے جائیں یہاں تک کہ آپ کی سانس پھول جائے۔ یہ ایک خدا سے زیادہ کچھ نہیں۔ بس ایک ہے، وحدہٗ لا الہ الا ہو۔''[145]

2۔ اپنے استاد[146] سے نقل کرتے ہیں: ''پانی خدا ہے، وضو خدا ہے، کوئی جگہ نہیں جہاں خدا نہ ہو۔''[147]

3۔ ''اللہ اپنے اعلیٰ مرتبے میں خالق اور اپنے ادنیٰ مرتبے میں مخلوق ہے۔ بالائی مقام پر حکم دینے والا اور زیریں مقام پر حکم کی تعمیل کرنے والا ہے۔ افق مبین میں رحم کرنے والا ہے اور اسفل السافلین کی حالت میں وہ ہے جس پر رحم کیا جاتا ہے۔''[148]

---

[145] محمد حسین طہرانی، اللہ شناسی، جلد 3، صفحہ 311۔

[146] سید ہاشم حداد

[147] محمد حسین طہرانی، روحِ مجرد، صفحہ 70۔

[148] محمد حسین طہرانی، اللہ شناسی، جلد 3، صفحہ 222۔

4۔ ''ہم جو دیکھتے ہیں، یا جس کا احساس کرتے ہیں یا جو کچھ ہماری سوچ اور عقل میں آتا ہے، وہ ابداً وجود ہی نہیں رکھتا۔ صرف اللہ جل شانہٗ ہے اور بس۔ ہم عدم ہیں اور ہمارا وجود اس کے وجود کا غیر نہیں۔ ہم عدم ہیں اور ہم ہستی نما ہیں، اللہ وجودِ مطلق ہے اور ہمارا ہونا اس کا ہونا ہے۔ سب کچھ وہی ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ وحدہٗ لا الہ الا ہو۔''[149]

5۔ ''شیطان اللہ کا ایک مطیع اور فرمانبردار مامور ہے جس کی ذمہ داری خبیث کو طیب سے جدا کرنا ہے۔''[150]

6۔ ''نفوس پر میرا تسلط امیر المؤمنین علی علیہ السلام جیسا ہے۔ لوگوں کے خیر و شر سے مطلع اور آگاہ ہوں۔ میں اپنے آپ میں امیر المؤمنین علیہ السلام کی صفات دیکھتا ہوں۔''[151]

جواب: ''مذکورہ کلمات اور مطالب فاسد اور کفر ہیں۔ خداوند متعال ہم سب کو نفسِ امارہ کے شر سے بچائے۔ آمین یارب العالمین۔''[152]

---

149 محمد حسین طہرانی، اللہ شناسی، جلد 3، صفحہ 205۔

150 محمد حسین طہرانی، اللہ شناسی، جلد 3، صفحہ 120۔

151 محمد صادق طہرانی، نورِ مجرد، صفحہ 329، طبع اول۔

152 https://ebnearabi.com/ur/1091/

بسمه تعالی

محضر مبارک حضرت آیه ا... العظمی حاج آقا تقی طباطبایی قمی دامت برکاته

با عرض سلام و تحیّات وافره نظر به اینکه عده ای از طلّاب و مردم عادی در شهر مقدّس مشهد جذب مسلک تصوّف شده اند و شعبه ای خاصّ را با عنوان عرفان تاسیس نموده و در نشر و ترویج عقاید صوفیه همّت گماشته اند .

از حضرتعالی تقاضا داریم نظر مبارک خود را در رابطه با آراء و نظریات ذیل و نیز خرید و فروش و نشر کتب مشتمل بر این گونه عقاید ، اعلام فرمائید تا مورد استفاده حقّ جویان قرار گیرد :

۱ـ نوشته اند : « این گل و سنبل ، این بلبل و این طوطی این کبوتر و این مرغابی ، این بوته و درخت ، این نجم و این گیاه و شجر ، این آب و این آبشار ، این ابر و این باد و این باران ، و ... آنقدر که دلت می خواهد از قبیل این گونه ها بر سر هم کن که تا در صور نفخ بدمد ، همه اینها یک خدا بیش نیست یکی است ، وحده لا اله الّا هو » الله شناسی ج ۳ ص ۳۱۱ .

۲ـ از استادشان نقل می کنند : « آب خداست ، وضو خداست ، جایی نیست که خدا نیست » روح مجرد ص ۷۰ .

۳ـ « حقّ سبحانه و تعالی ، خالق است در مرتبه عالی و مخلوق است در مرتبه دانی ، آمر است در مقام بالا ، مامور است در مقام پایین ، راحم است در افق مبین ، مرحوم است در نشاه اسفل السافلین » الله شناسی ج ۳ ص ۲۲۲ .

۴ـ « آنچه که می بینیم یا احساس می کنیم یا به اندیشه و عقل می آوریم ابداً وجودی ندارد (و وجود و موجود) فقط حقّ است جلّ شانه و بس ، و ما عدم هستیم و وجود ما غیر از وجود او نیست .

ما عدم هائیم و هستیها نما   تو وجود مطلق و هستی ما

که همه اوست و نیست جز او وحده لا اله الّا هو » الله شناسی ج ۳ ص ۲۰۵

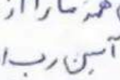
۵ـ « شیطان یک مامور مطیع و فرمانبر خداست که وظیفه وی جدا کردن خبیث از طیّب است » . الله شناسی ج ۳ ص ۱۲۰ .

۶ـ « تسلّط من بر نفوس مثل تسلط امیرالمومنین علیه السلام است و از خیر و شرّ نفوس مطّلع و آگاهم . من در خودم صفات امیرالمومنین علیه السلام را می بینم » . نور مجرد ص ۳۲۹ طبع اول

دعاگوی شما ، گروهی از طلّاب حوزه علمیه مشهد

بسمه تعالی

ج کلمات و مطالب مذکوره فاسد و کفر
است خداوند متعال همه ما را از شر نفس
اماره حفظ نماید آمین رب العالمین



15. آیۃ اللہ العظمیٰ سید عبد الکریم موسوی اردبیلی

سوال: جنابِ عالی کی خدمت میں عرضِ سلام اور آداب کے بعد گزارش ہے کہ مشہد شہر میں مدارس کے بعض طلبہ اور عام افراد تصوف کے مسلک میں جذب ہو چکے ہیں اور اس کے ایک خاص شعبے کو عرفان کا نام دے رکھا ہے۔ وہ صوفیوں کے عقائد کی نشر و اشاعت میں زور و شور سے مگن ہیں۔

حضرتِ عالی سے التماس ہے کہ مندرجہ ذیل آراء و نظریات اور یہ جن کتابوں میں آئے ہیں ان کی خرید و فروخت کے بارے میں اپنی رائے سے آگاہ فرمائیں تاکہ حق کے متلاشیوں کو فائدہ ہو:

1۔ لکھتے ہیں: ''یہ گل و سنبل، یہ بلبل اور یہ طوطا، یہ کبوتر اور یہ مرغابی، یہ بوٹا اور درخت، یہ ستارہ اور یہ گھاس اور یہ پودا، یہ پانی اور یہ آبشار، یہ بادل اور یہ ہوا اور بارش،۔۔۔ جتنا آپ کا دل چاہے ان چیزوں کو گنتے جائیں یہاں تک کہ آپ کی سانس پھول جائے۔ یہ ایک خدا سے زیادہ کچھ نہیں۔ بس ایک ہے، وحدہٗ لا الہ الا ہو۔''[153]

2۔ اپنے استاد[154] سے نقل کرتے ہیں: ''پانی خدا ہے، وضو خدا ہے، کوئی جگہ نہیں جہاں خدا نہ ہو۔''[155]

3۔ ''اللہ اپنے اعلیٰ مرتبے میں خالق اور اپنے ادنیٰ مرتبے میں مخلوق ہے۔ بالائی مقام پر حکم دینے والا اور زیریں مقام پر حکم کی تعمیل کرنے والا ہے۔ افق مبین میں رحم کرنے والا ہے اور اسفل السافلین کی حالت میں وہ ہے جس پر رحم کیا جاتا ہے۔''[156]

---

[153] محمد حسین طہرانی، اللہ شناسی، جلد 3، صفحہ 311۔

[154] سید ہاشم حداد

[155] محمد حسین طہرانی، روحِ مجرد، صفحہ 70۔

[156] محمد حسین طہرانی، اللہ شناسی، جلد 3، صفحہ 222۔

4۔ ''ہم جو دیکھتے ہیں، یا جس کا احساس کرتے ہیں یا جو کچھ ہماری سوچ اور عقل میں آتا ہے، وہ ابداً وجود ہی نہیں رکھتا۔ صرف اللہ جل شانہٗ ہے اور بس۔ ہم عدم ہیں اور ہمارا وجود اس کے وجود کا غیر نہیں۔ ہم عدم ہیں اور ہم ہستی نما ہیں، اللہ وجودِ مطلق ہے اور ہمارا ہونا اس کا ہونا ہے۔ سب کچھ وہی ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ وحدہٗ لا الہ الا ہو۔''[157]

5۔ ''شیطان اللہ کا ایک مطیع اور فرمانبردار مامور ہے جس کی ذمہ داری خبیث کو طیب سے جدا کرنا ہے۔''[158]

6۔ ''نفوس پر میرا تسلط امیر المؤمنین علی علیہ السلام جیسا ہے۔ لوگوں کے خیر و شر سے مطلع اور آگاہ ہوں۔ میں اپنے آپ میں امیر المؤمنین علیہ السلام کی صفات دیکھتا ہوں۔''[159]

جواب: ''یہ عقیدے باطل ہیں اور ان کی نشر و اشاعت پر پابندی لگنی چاہیئے۔ سب مومنین، بالخصوص ذمہ دار علمائے کرام پر واجب ہے کہ اس قسم کی باتوں کا سدباب کریں اور اس بات کی اجازت نہ دیں کہ ایک چھوٹا سا منافع خور گروہ معاشرے کو الجھنوں میں ڈال دے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں۔ امید ہے کہ قلیل افراد پر مشتمل یہ گروہ سیدھے راستے پر آجائے گا اور خدا کی صراطِ مستقیم پر چلے گا۔''[160]

مہر

۹۴/۶/۱۱

---

157 محمد حسین طہرانی، اللہ شناسی، جلد 3، صفحہ 205۔

158 محمد حسین طہرانی، اللہ شناسی، جلد 3، صفحہ 120۔

159 محمد صادق طہرانی، نورِ مجرد، صفحہ 329، طبع اول۔

160 https://ebnearabi.com/ur/1091/

بسمه تعالی

محضر مبارک حضرت آیه ا... العظمی موسوی اردبیلی دامت برکاته

با عرض سلام و تحیّات وافره نظر به اینکه عده ای از طلّاب و مردم عادی در شهر مقدّس مشهد جذب مسلک تصوّف شده اند و شعبه ای خاصّ را با عنوان عرفان تاسیس نموده و در نشر و ترویج عقاید صوفیه همّت گماشته اند .

از حضرتعالی تقاضا داریم نظر مبارک خود را در رابطه با آراء و نظریات ذیل و نیز خرید و فروش و نشر کتب مشتمل بر این گونه عقاید ، اعلام فرمائید تا مورد استفاده حقّ جویان قرار گیرد :

۱ـ نوشته اند : « این گل و سنبل ، این بلبل و این طوطی این کبوتر و این مرغابی ، این بوته و درخت ، این نجم و این گیاه و شجر ، این آب و این آبشار ، این ابر و این باد و این باران ، و ... آنقدر که دلت می خواهد از قبیل این گونه ها بر سر هم کن که تا در صور نفخ بدمد ، همه اینها یک خدا بیش نیست یکی است ، وحده لا اله الّا هو » الله شناسی ج ۳ ص ۳۱۱ .

۲ـ از استادشان نقل می کنند : « آب خداست ، وضو خداست ، جایی نیست که خدا نیست » روح مجرد ص ۷۰ .

۳ـ « حقّ سبحانه و تعالی ، خالق است در مرتبه عالی و مخلوق است در مرتبه دانی ، آمر است در مقام بالا ، مامور است در مقام پایین ، راحم است در افق مبین ، مرحوم است در نشاه اسفل السافلین » الله شناسی ج ۳ ص ۲۳۲ .

۴ـ « آنچه که می بینیم یا احساس می کنیم یا به اندیشه و عقل می آوریم ابداً وجودی ندارد (و وجود و موجود) فقط حقّ است جلّ شانه و بس ، و ما عدم هستیم و وجود ما غیر از وجود او نیست .

ما عدم هائیم و هستیها نما   تو وجود مطلق و هستی ما

که همه اوست و نیست جز او وحده لا اله الّا هو » الله شناسی ج ۳ ص ۲۰۵

۵ـ « شیطان یک مامور مطیع و فرمانبر خداست که وظیفه وی جدا کردن خبیث از طیّب است » . الله شناسی ج ۳ ص ۱۲۰ .

۶ـ « تسلّط من بر نفوس مثل تسلط امیرالمومنین علیه السلام است و از خیر و شرّ نفوس مطّلع و آگاهم . من در خودم صفات امیرالمومنین علیه السلام را می بینم » . نور مجرد ص ۳۲۹ طبع اول

دعاگوی شما ، گروهی از طلاب حوزه علمیه مشهد

باسمه تعالی .

این عقاید، عقاید باطل است و باید جلوی انتشار آن گرفته شود.

بر تمام مؤمنین و خصوصاً روحانیت متعهد لازم است جلوی اینگونه بحث ها که گمراه کننده اند بگیرند و اجازه ندهند عده ای قلیل سودجو جامعه را به چالش کشند امر به معروف و نهی از منکر کنند و امید است آن عده قلیل به راه بیایند و صراط مستقیم الهی را سلوک کنند

تمت بالخير